

مقالہ

مسئلہ خطا



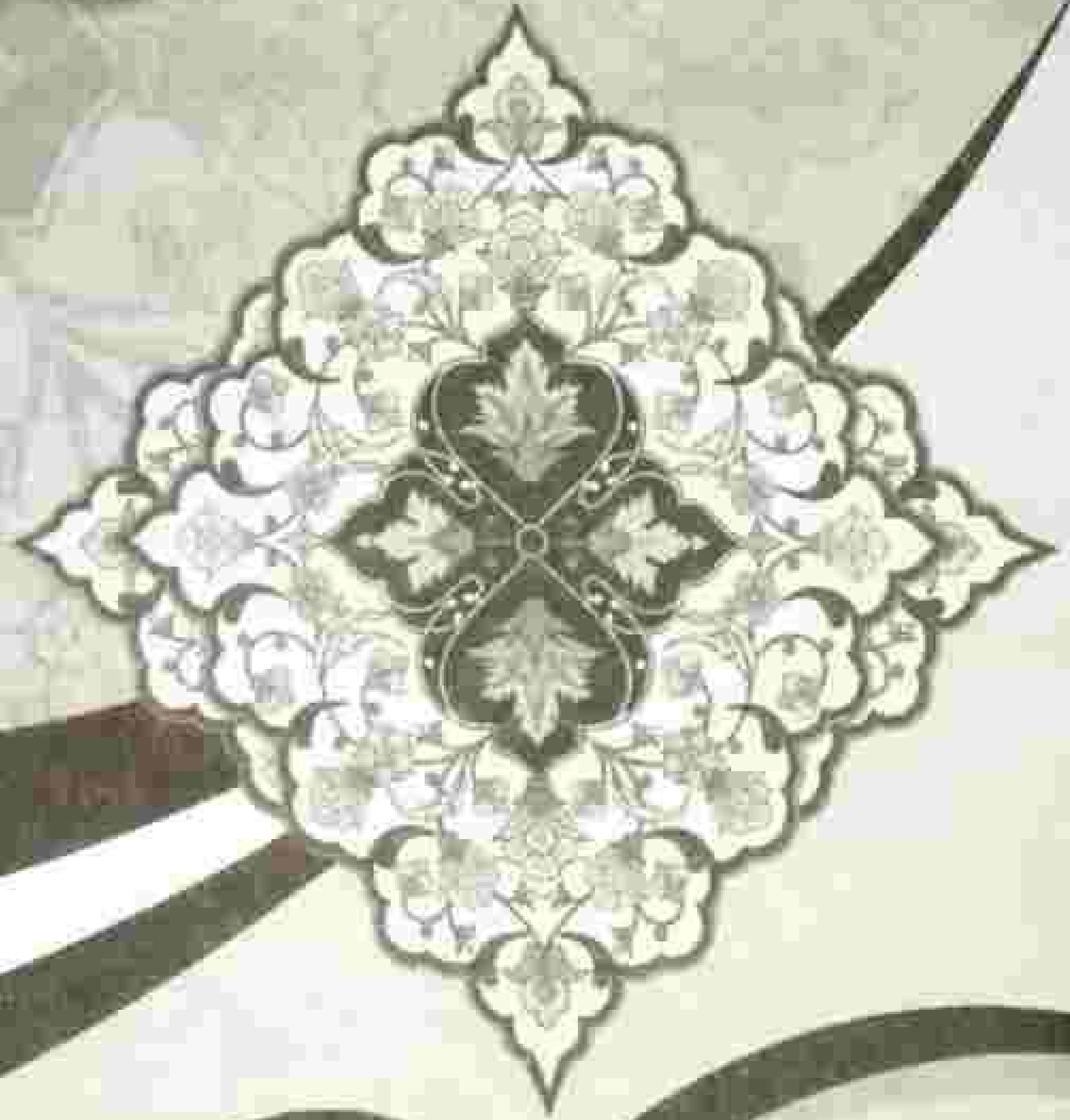
پیر طریقت رہبر شریعت اُستاذ العلما سلطان العلما شیخ الاسلام شمشیر اعلیحضرت امام الغیرت

حضرت علامہ مولانا مُفتی محمد فضل احمد چشتی سُنی حنفی قادری رضوی



مقالہ

مسئلہ خطا



پیر طریقت رہبر شریعت اُستاذ العلما سلطان العلما شیخ الاسلام شمشیر اعلیحضرت امام الغیرت

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فضل احمد چشتی سنی حنفی قادری رضوی

مقالہ
مسئلہ خطا

نام کتاب:	مقالہ مسئلہ خطا
مصنف:	فضیلۃ الشیخ مفتی فضل احمد چشتی مدظلہ العالی
پروف ریڈر:	مفتی محمد نذیر احمد چشتی (جلالپور پیروالا) فون:0308-2722429
ناشر:	**آستانہ عالیہ سندر شریف** سندر راڈالاہور
کمپوزنگ:	محمد عمر فاروق ہاشمی چشتی (لاہور)
فائنل پراسیس:	مقصود گرافکس، اُردو بازار لاہور
طباعت اوّل:	جولائی 2020ء
تعداد:	5000/-
قیمت:	-------------

نوٹ: کتاب کی خطابت و پرنٹنگ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا تاہم باتقاضہ بشریت کوئی غلطی رہ گئی ہوتو اس نمبر پر ضرور مطلع کریں، مشکور ہوں گے۔
خادم آستانہ عالیہ: محمد علی ہاشمی چشتی (03024218077)

مقالہ لکھنے کا سبب

کچھ وقت سے ایک فاحشہ عورت کے ایسے کلپ نے جو سیدنا صدیق اکبر سلام اللہ علیہ کی گستاخی پر مبنی تھا۔ لوگوں میں ھلچل پیدا کر رکھی تھی کہ اتنے میں غالباً اس کے رد میں ایک لاہوری ڈاکٹر کے ایسے خطاب پر تبصرے ہونے شروع ہو گئے جس میں اس نے کسی ضرورت کے تحت سیدہ خاتونِ جنت سلام اللہ علیھا کی طرف اجتھادی خطا کی نسبت کی۔ ان تبصروں کا سلسلہ یہاں تک تجاوز کر گیا کہ نظریۂ عصمت اھلبیت کی غلاظت اچھل کر مذہب حق اھل سنت تک پہنچنے لگی ناچیز نے یہ دیکھتے ہوئے اپنا علمی فریضہ سمجھا کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے نہ کہ کسی کے رد یا کسی کی حمایت کے لیے ضرور اپنی بساط کے مطابق کچھ تحریر کر دیا جائے تا کہ تشنگانِ حق کی پیاس بجھ جائے۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فضل احمد چشتی

سندر لاہور

بتاریخ ۱۸ ذیعقدہ ۱۴۴۱ھ

مقالہ مسئلہ خطا

موسوم بنام نیم روزہ

مسئلہ عصمت میں مستعمل چند ضروری اصطلاحی الفاظ وکلمات کی وضاحت

(ا) ذنب، معصیت

(گناہ، نافرمانی)

کفر اور ضلال اور غوایت اور کذب اس میں شامل ہیں۔ یہ چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو اسکی حقیقت کیلئے ممنوع ومحظور شرعی کا بعینہ قصد وارادہ ہونا ضروری ہے ایسے امر کے پائے جانے کے بغیر جو اس کو توبہ کے بغیر حقیقتا گناہ بننے سے پھیر لے جیسے تاویل و اجتھاد حکمت سھو ونسیان وغیرہ لھٰذا گناہ کی حقیقت یہ ہوئی کہ محظور شرعی کا ارتکاب اس کے قصد وارادے کے ساتھ بغیر صارف کے یعنی حکمت نسیان تاویل واجتھاد اور خیال رہے کہ صارف کے بعد صغیرہ حقیقت معصیت سے نکل جاتا ہے اور صرف اور صرف صورتا اور ظاہرا ہی معصیت رہ جاتا ہے اور اس وقت وہ زلت وخطا کے افراد سے بن جاتا ہے اور اس پر معصیت کا اطلاق مجازا ہی ہوسکتا ہے جیسے **فعصی آدم ربہ فغوی** (القرآن)

اس کی نظیر جیسے انسان کی تصویر کو انسان کہنا سوائے مجاز کہ ہرگز درست نہیں چنانچہ شمس الائمہ سرخسی متوفی ۵۰ ۴ھ المحرر فی اصول الفقہ کے باب الکلام فی افعال النبی علیہ السلام کے صفحہ ۷ ۴ میں لکھتے ہیں۔

والمعصية عند الاطلاق انما تناول ما يقصده المباشر بعينه وان كان قد اطلق الشرع ذلك على الزلة مجازاً

(۲) زلت

(لغزش)

محظور شرعی کے اس ارتکاب کو کہتے ہیں جس میں اس محظور کا قصد نہ ہو بحیثیت حظر و منع عام از یں کہ محظور کا قصد بالکل نہ بلکہ مباح کا قصد ہو اور فعل مباح سبب بن جائے کسی محظور شرعی کا جیسے قتل قبطی۔

اسی لیئے زلت پر معصیت کا اطلاق ہو تو مجازا ہو گا محض صورت معصیت پائے جانے کی وجہ سے جیسے فعصی آدم ربه یا محظور کا قصد ہو لیکن بحیثیت منع نہیں بلکہ بحیثیت اباحت جیسے اکل شجرہ از سیدنا آدم۔

(۳) خطا

(غلطی)

لغت اور عرف میں اگر چہ اعم مفہوم رکھتا ہے کہ گناہ و جرم کو بھی شامل ہے لیکن اصطلاحی معنی خاص ہے اور وہ ہے محظور شرعی کا ایسا ارتکاب جو قصد محظور سے بالکل خالی ہو اور ظاہر ہے کہ زلت کی دو قسموں میں سے پہلی یہی ہے تو خطا زلت کی قسم بن گئی اور زلت دو قسم ہو گئی ایک محض زلت اور دوسری وہ زلت جو خطا ہے لھذا ان کے مابین عموم و خصوص اطلاقی ہوا۔ (فتأمل)

تنبیہ: اسی صغیرہ ممنوع و محظور شرعی کے ارتکاب بلا قصد مذکور مع

الوضاحۃ السابقہ کو علمائے کلام بعض اوقات زلت صغیرہ کہہ دیتے ہیں جیسا کہ شرح تعرف میں امام خواجہ اسماعیل مستملی بخاری رحمۃ اللہ نے کیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ زلت کا تعلق کسی کبیرہ کے ساتھ نہیں ہوسکتا اور کوئی زلت کبیرہ نہیں ہوسکتی کیونکہ جو زلت سے مقصود ہوتا ہے مثلا حکمت تو وہ صغیرہ بلا قصد مذکور بالوضاحۃ السابقہ کے پائے جانے سے جب حاصل ہوجاتا ہے تو کبیرہ کو قصد مذکور سے خالی کر کے اس کو زلت بنانا ضرورت سے آگے قدم رکھنا ہے اور یہ اس اصل کے خلاف ہے۔

کل ما یتقدر بالضرورۃ یتقدر بحسب الضرورۃ

لیکن مخفی نہیں یہ بات صرف افعال انبیاء علیھم السلام کے ساتھ مخصوص ہے دوسروں میں کفر تک کی زلت ہوسکتی ہے اور پھر اسکے احکام کتب فقہ و کلام میں مذکور ہیں۔

خطا کی تقسیم

خطا دو قسم ہے۔ (۱) اجتہادی (۲) غیر اجتہادی

پہلی وہ کہ مجتھد نا معلوم حکم شرعی معلوم کرنے کے لیئے کوشش کرے تو اسکو خطا لگ جائے لھذا یہ مخصوص ہوگئی مجتھد اور حکم شرعی کے ساتھ دوسری وہ ہے کہ مجتھد یا غیر مجتھد کسی مباح اور جائز امر کو کرنا چاہے مگر تھوڑی سی غفلت اور عدم توجہ اور ذھول آنے سے ممنوع و محظور شرعی کا ارتکاب ہوجائے جیسے روزے کے ساتھ وضو کرتے ہوئے پانی حلق میں چلا جائے اور روزہ بھی یاد ہو۔ خطا کا یہ معنیٰ پہلے سے اعم ہے۔ فتدبر

ان دونوں کے حکم میں یہ فرق ہے کہ اول میں ثواب ہی ثواب ہے اور دنیا و آخرت میں کوئی مؤاخذہ نہیں اور ثانی میں ثواب نہیں اور دنیاوی مؤاخذہ ہے۔ اخروی مؤاخذہ نہیں اسی لیئے ایک حدیث میں آیا ہے۔

اذا اجتهد الحاکم فاصاب الخ

اور دوسری میں

رفع عن امتی الخطاء الخ

(۴) خلاف اولیٰ خلاف افضل

جو کام شریعت میں نسبتا زیادہ ثواب رکھتا ہے اسکی بجائے کم ثواب والے کا ارتکاب کرنا جیسے اذن متخلفین قبل از اذن الٰھی خاص آنے کے۔

(۵) غفلت

امر شرعی، مطلوب شرعی کا خیال دل سے ھٹ جانا اور اس سے بے خبری اور ذھول ہو جانا اس کا مقابل ذکر بالضم جس کا معنی ہے یاد۔

(۶) نسیان

قوت حافظہ سے کسی بات کا اس طرح اڑ جانا یا امر شرعی کا نکل جانا کہ اسکو دوبارہ ذھن میں حاضر کرنے کے لئے اسکے سبب کا دوبارہ کسب کرنا یا پایا جانا ضروری ہو۔

(۷) سھو

غفلت یا قلت تامل یا عدم توجہ سے مطلوب شرعی کو ترک کرنا۔

(۸) عبث

دینی اور دنیوی فائدہ کے بغیر کوئی کام کرنا۔

(۹) لھوولعب

دل بہلانے اور خیال بدلنے کیلئے کسی ایسے دنیاوی کام میں مشغول ہونا جس کا دنیاوی فائدہ تو ہو لیکن اخروی نہ ہو۔

(۱۰) مزاح

خود کو یا دوسرے کو خوش کرنے کیلئے کوئی کام کوئی بات کہنا اور مزاح حق بھی ہوتی ہے اور باطل بھی۔

(۱۱) مباح

جس کام کا کرنا اور نہ کرنا شرعاً مطلوب نہ ہو۔



عصمت وحفاظت کی تحقیق

کلام متکلمین بظاہر معنیٔ عصمت میں مختلف اور منتشر ہے لیکن بعد دقت تامل اور توجیہات کے دو معنی سامنے آتے ہیں ایک اعم اور دوسرا اخص۔ اعم یہ ہے کہ مکلف میں گناہ یا خلاف مقام کام کا ارادہ ہی پیدا نہ کرنا عام ازیں کہ ایسا فی جمیع الاوقات ہو یا فی بعض الاوقات شریعت میں ایسا ہونا واجب ہو یا جائز ہو اور ایسا نہ ہونا محال ہو یا ممکن یہ عصمت بالمعنی الاعم ہے کیونکہ حفاظت کو بھی شامل ہے عصمت غیر انبیاء کے لئے جب استعمال ہو تو یہی معنی مراد ہوتا ہے۔ اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس سے گناہ کا صادر نہ ہونا اور اس شخص کا گناہ سے پاک ہونا تمام اوقات میں یا اکثر اوقات میں دوسرا معنی یہ ہے کہ بندہ میں گناہ یا خلاف مقام کا ارادہ پیدا نہ کرنا یا کہیں ایسے ارادے سے بندے کو پاک رکھنا کہ اس سے گناہ یا خلاف مقام یعنی بنسبت غیر معصوم کے مقام کے کام کا صادر ہونا اس سے شرعاً محال ہو اور اسکا ایسے ارادے سے پاک رہنا شرعاً واجب ہو یعنی شرع خبر دے کہ اس سے ایسا ہونا کسی وقت میں نہیں ہوسکتا اور نا قابل انفکاک ہے۔ یہ عصمت بالمعنی الاخص ہے۔ کیونکہ حفاظت کو شامل نہیں کیونکہ اگر چہ دائمی پاکی غیر معصوم میں ہوسکتی ہے لیکن واجب نہیں ہوتی بلکہ جائز ہوتی ہے۔ یعنی شرع نے یہ کہیں نہیں کہا ہوتا کہ ایسے لوگوں سے جو محفوظ ہیں کسی قسم کا گناہ یا خلاف مقام بنسبت شخص غیر معصوم کے مقام کے صادر ہونا ہمیشہ کیلئے ناممکن اور محال ہے اور اس کا ہمیشہ پاک رہنا ضروری اور واجب ہے یا یوں کہیں کہ شرع نے کہیں یہ خبر نہیں دی ہوتی کہ یہ شخص ہمیشہ گناہوں یا خلاف مقام سے پاک رہے گا کیونکہ صادق مصدوق کی خبر کے سراپا صدق اور

مطابق للواقع ہونے کا تقاضہ ہے کہ اس سے افعال قبیحہ صادر نہ ہوں ورنہ کذب لازم آئے گا جو محال ہے خیال رہے ہماری عصمت اور حفاظت کی اس تقریر سے ان دونوں کے درمیان فرق بھی معلوم ہو گیا ہوگا۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عصمت میں پاک ہونا شرعاً واجب ہے اور ناپاک ہونا شرعاً محال ہے جبکہ حفاظت میں شرعاً اول الذکر جائز اور مؤخر الذکر ممکن ہے یعنی شرعی ممکن ہے اور ظاہر ہے کہ شرعی جائز اور ممکن کا وقوع بھی جائز ہوتا ہے کیونکہ اس کے وقوع سے کوئی شرع میں خرابی اور محال لازم نہیں آتا یہ ایک فرق ہے۔

اور ایک دوسرا فرق بھی ہے اور وہ باعتبار موصوف کے ہے کہ عصمت انبیاء و ملائکہ اور امت مجموعی کے ساتھ خاص ہے جبکہ حفاظت اھل بیت صحابہ اور اولیائے کرام کی صفت ہے۔

چنانچہ امام قرافی مالکی متوفی ۶۸۴ھ نفائس الاصول فی شرح المحصول الکلام فی الافعال کے باب میں عصمت اور حفاظت کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وأما عصمة الملائكة والانبياء عليهم السلام ومجموع الأمة: فالاستحالة فى حقهم، والعصمة من باب واحد، وهو أن معناها اخبار الله تعالى النفسانى واللسانى عن جعلهم كذلك. واجتمع مع ذلك علم الله تعالى بذالك وارادته له. فتكون العصمة۔

اور نیز فرماتے ہیں۔

وفى حق الله تعالى عن اربعة أمور أيضا غير ان الارادة يستحيل دخولها فيما يتعلق بالمستحيل على الله تعالى، لانه مستحيل

لذاته، والارادة لا تدخل الا فی الممکنات، ودخلت الارادة فی عصمة الملائکة والانبیاء، ومجموع الأمة، لانه من باب الممکنات عقلاً، ولیس ذلك لذواتهم کما فی حق الله تعالی، مع ان الامام فی (البرهان) قال: طبقات الخلق علی استحالة الکبائر و نحو ها عقلاً، وعلیه جماهیر أئمتنا وأما عصمة الصحابة، وآحاد الأمة الذین لم یصدر منهم معاص خاصة، وقولهم: من العصمة ألا یحد فهو متعلق ثلاثة أمور فقط: العلم، والارادة، والخبر النفسانی، لانه من لوازم العلم، وهو معنی قول العلماء: کل عالم مخبر عن معلومه، ولیس فی حقهم خبر لسانی، أی: لم ینزل نص من الله تعالی أن فلانا لا یصدر منه کذا من المعاصی، فهذا التقیید الذی هو الکلام اللسانی امتازت به الملائکة والانبیاء علیهم السلام و مجموع الأمة وأما اصل الامتناع، فمشترك، بل ما من احد الا وقد عصمه الله تعالی من معصیة، ولیس من خلق الله تعالی جمع بین جمیع المعاصی، بحیث لا تبقی معصیة مقصودة، الا وقد وقع فیها فتحصل له فی عصمه الامور الثلاثه المتقدم ذکرها، فیمتاز الامتناع فی حق الله تعالی بأنه لذاته و تعذر الارادة فیه۔

و تمتاز عصمة الانبیاء والملائکة، علیهم السلام و مجموع الأمة بالخبر اللسانی، ویبقی الخبر النفسانی، والعلم والارادة مشترکا بین المواطن کلها فی الاستحالة علی الله تعالی وعلی غیره۔

فهذا تلخيص هذا لعصم والاستحالات، وما اشتركت فيه وما امتازت به ، فمتى قلنا : الانبياء معصومون نريد الخبر اللساني بالنصوص السمعية ، ومتى قلنا : ان فلانا عصم من كذا ، نريد به معنى آخر ،وهي الامور الثلاثة المتقدم ذكرها .فهذا تلخيص محل النزاع، والنزاع حينئذ انما هو ،هل ورد في الشرائع ما يقتضي ذلك الامتناع عليهم أم لاء؟ والاستقراء تحقيق ذلك۔

یہ جاننے کے بعد خبر دار رہنا چاہیئے کہ چمن زمان نام کے مفتی نے ڈاکٹر اشرف کو لکھے ہوے ایک خط میں ان دونوں کے درمیان جوفرق کا دعوی کیا ہے کہ عصمت میں ارادۂ گناہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہ پیدا نہیں کیا جاتا جبکہ حفاظت میں ارادۂ گناہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف گناہ کو پیدا کرنا بھی پایا جاسکتا ہے وہ سراسر باطل اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کو مستلزم ہے۔

کیونکہ ارادۂ گناہ خود ایک گناہ ہے لیکن باطنی اسکے بعد ظھور گناہ کا مرحلہ ہے اور وہ ایک الگ چیز ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ارادۂ گناہ کے بعد کسی مانع کی وجہ سے گناہ صادر نہ ہوا تو گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ علماء کی تصریحات موجود ہیں۔

☆ متعلقات عصمت وحفاظت

مسامرہ مسایرہ کی اس بارے میں ایک کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ امور متعلقہ بانبیاء علیہم السلام تین قسم ہیں۔

(۱) ان کی ذات سے تعلق رکھتے ہوں اور ان کے متعلق امر ہو یا نہی ہو۔

(۲) امور بلاغیہ یعنی وہ امور جن کو انہوں نے لوگوں تک دینی حیثیت سے پہنچانا ہوتا ہے مختصر یہ کہ امور دینیہ۔

(۳) ان دو قسموں کے علاوہ باقی امور یعنی یا تو ان کی ذات سے متعلق ہوں مگر ان کیلئے امر و نہی یا دوسروں کے متعلق ہوں اور ان سے متعلق ہی نہ ہوں جیسے لوگوں کے محض دنیاوی امور جن کے متعلق وارد ہوا۔

انتم اعلم بامور دنیا کم

اور یہ فرما کر اعلیت نہیں بلکہ محض تفویض اور براءت کو ظاہر فرمایا گیا ہے جیسا کہ شیخ محقق علیہ الرحمۃ وغیرہ نے تصریح فرمائی لیکن خیال رہے کہ یہی تین امور غیر انبیاء یعنی اھل بیت و صحابہ اور اولیاء کیلئے بھی پائے جاتے ہیں۔

☆ مذکورہ اصطلاحی الفاظ کے احکامات بنسبت معصومین و محفوظین

(گناہ صغیرہ و کبیرہ سے عصمت کا حکم)

ان دونوں سے عصمت کا انبیاء علیہم السلام کے امور ذاتیہ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے یعنی وہ اپنے امور ذاتیہ میں گناہ صغیرہ اور کبیرہ سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں قبل از ظہور نبوت بھی اور بعد از ظہور نبوت بھی چنانچہ مسایرہ اور مسامرہ میں ہے۔

وقد ذکرنا أن عصمتھم من غیر کفر موجب النبوۃ و اختلف فیہ ای فی ذلك الغیر الذی ھو متعلق العصمة (فقیل تجب عصمتھم من الکبائر مطلقاً) عمداً وسھواً من غیر تقیید بالعمد (دون الصغائر) المأ تی بھا (عمداً) فلا تجب عصمتھم

منها عند هذا القائل فحالة السهو أولى عنده و هذا القول منقول عن امام الحرمين منا وأبي هاشم من المعتزلة (والمختار) لجمهور اهل السنة (العصمة) اى وجوب عصمتهم (عنهما) اى عن الكبائر مطلقاً و عن الصغائر (لا الصغائر غير المنفرة) حال كون اتيان غير المنفرة (خطا) فى التأويل (أو سهواً) مع التنبيه عليه أما الصغائر المنفرة كسر قة لقمة او حبة و تسمى الصغائر الخسة فهم معصومون عنها مطلقاً و كذا من غير المنفرة كنظرة لأجنبية عمداً۔

☆ زلت کا حکم

النبر اس میں بحوالہ تفسیر نسفی ہے کہ مشائخ سمر قند افعال انبیاء علیھم السلام کیلئے زلت کا لفظ استعمال نہیں کرتے لانه نوع من الذنب۔

مگر جمہور ائمہ وفقہاء اور محدثین و متکلمین انبیاء علیھم السلام کے امور ذاتیہ کیلئے زلت کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس کے ان سے واقع ہونے کو بھی ثابت کرتے ہیں اور یہی ہمارا مذھب ہے۔

☆ خطا اجتہادی کا حکم

اس کا تعلق انبیاء کے امور ذاتیہ اور امور بلاغیہ کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اختلافی مسئلہ ہے جو کہتے ہیں انبیاء علیھم السلام اجتہاد نہیں کرتے اور ہمیشہ وحی کی اتباع کرتے ہیں ان کے نزدیک تو عصمت اور عدم عصمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا اور جو انبیاء علیھم السلام کے اجتہاد کرنے کے قائل ہیں اور یہی جمہور اور اکثر

ائمہ فقہاء محدثین و متکلمین اور صوفیائے کرام کا پسندیدہ مذہب ہے۔

توان حضرات میں سے اکثر تو خطا اجتہادی سے معصوم مانتے ہیں لیکن بعض خطائے اجتہادی جائز سمجھتے ہیں استمرار جائز نہیں سمجھتے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہو جانا ضروری ہے لیکن مولانا فضل الرسول بدایونی اور ان سے پہلے بیشتر اماموں نے اس قول کو بعید اور مھجور قرار دیا ہے لیکن خیال رہے کہ قائلین پر کوئی فتوائے بے ادبی یا گستاخی بھی نہیں لگایا گیا۔

☆ خطائے غیر اجتہادی کا حکم

خطائے غیر اجتہادی سوائے شرذمہ قلیلہ کے سب اھل سنت اس کے وقوع کے قائل ہیں کیونکہ یہ زلت کی قسم ہے اس کا حکم گذر چکا ہے۔

☆ زلت اور خطا کے انبیاء علیھم السلام سے واقع ہونے کے قائلین اماموں اور ولیوں کے حوالہ جات

المحرر

في أصول الفقه

تأليف

الإمام أبي بكر محمد بن أحمد بن أبي سهل السرخسي

المتوفى سنة ٤٥٠ هـ

خرج أحاديثه وعلق عليه

أبو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عويضة

الجزء الأول

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

باب الكلام في أفعال النبي عليه السلام

اعلم بأن أفعاله التي تكون عن قصد تنقسم أربعة أقسام: مباح، ومستحب، وواجب، وفرض. وهنا نوع خامس وهو الزلة، ولكنه غير داخل في هذا الباب؛ لأنه لا يصلح للاقتداء به في ذلك، وعقد الباب لبيان حكم الاقتداء به في أفعاله؛ ولهذا لم يذكر في الجملة ما يحصل في حالة النوم والإغماء لأن القصد لا يتحقق فيه فلا يكون داخلاً فيما هو حد الخطاب. وأما الزلة فإنه لا يوجد فيها القصد إلى عينها أيضاً، ولكن يوجد القصد إلى أصل الفعل. وبيان هذا أن الزلة أخذت من قول القائل: زل الرجل في الطين إذا لم يوجد القصد إلى الوقوع ولا إلى الثبات بعد الوقوع، ولكن وجد القصد إلى المشي في الطريق، فعرفنا بهذا أن الزلة ما تتصل بالفاعل عند فعله ما لم يكن قصده بعينه، ولكنه زل فاشتغل به عما قصد بعينه، والمعصية عند الإطلاق إنما يتناول ما يقصده المباشر بعينه وإن كان قد أطلق الشرع ذلك على الزلة مجازاً. ثم لا بد أن يقترن بالزلة بيان من جهة الفاعل أو من الله تعالى، كما قال تعالى مخبراً عن موسى عليه السلام عند قتل القبطي: **﴿هذا من عمل الشيطان﴾**[1] الآية، وكما قال تعالى: **﴿وعصى آدم ربه فغوى﴾**[2] الآية وإذا كان البيان يقترن به لا محالة علم أنه غير صالح للاقتداء به.

ثم اختلف الناس في أفعاله التي لا تكون عن سهو ولا من نتيجة الطبع على ما جبل عليه الإنسان ما هو موجب ذلك في حق أمته. فقال بعضهم: الواجب هو الوقف في ذلك حتى يقوم الدليل. وقال بعضهم: بل يجب اتباعه والاقتداء به في جميع ذلك إلا ما يقوم عليه دليل. وكان أبو الحسن الكرخي رحمه الله يقول: إن علم صفة فعله أنه فعله واجباً أو ندباً أو مباحاً فإنه يتبع فيه بتلك الصفة، وإن لم يعلم فإنه يثبت فيه صفة الإباحة، ثم لا يكون الاتباع فيه ثابتاً إلا بقيام الدليل. وكان الجصاص رحمه الله يقول بقول الكرخي رحمه الله إلا أنه يقول: إذا لم يعلم فالاتباع له في ذلك ثابت حتى يقوم الدليل على كونه مخصوصاً. وهذا هو الصحيح.

فأما الواقفون احتجوا فقالوا: لما أشكل صفة فعله فقد تعذر اتباعه في ذلك على وجه

(١) آية (١٥) سورة القصص. (٢) آية (١٢١) سورة طه.

مركز البحوث الإسلامية
إستانبول

سلسلة عيون التراث الإسلامي
رقم ١٠

المنتقى من عصمة الأنبياء

نور الدين أحمد بن محمود بن أبي بكر الصابوني
(ت ٥٨٠ هـ/ ١١٨٤ م)

تحقيق
أ.د. محمد بولوط

دار ابن حزم

[البشاغري] رحمه الله هذا الكتاب وسمّاه عصمة الأنبياء.

اتفق أهل السنة والجماعة أنهم معصومون عن الكفر والكبائر، وقال بعضهم: يجوز منهم الصغائر. وقال بعضهم: لا نُطلِق على فعلهم اسم الذنب صغيراً كان أو كبيراً ولكن نُجوِّز منهم الزلل.[١] وقال الشيخ أبو منصور رحمه الله: يجوز منهم ترك الأفضل لا ترك المأمور وإتيان المنهيّ،[٢] نحو ما ذكر الله تعالى /[٥ظ] من حبيبه: ﴿عَفَا ٱللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ﴾.[٣] والإذن من الإمام وعدم الإذن جائز، لكن الأفضل عند الله أن لا يأذن. فعاتبه الله تعالى[٤] على ذلك؛ ونحوَ قوله تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكَ تَبۡتَغِي مَرۡضَاتَ أَزۡوَٰجِكَ﴾،[٥] وتحريم الحلال بيمين وإنه جائز؛ ونحو قوله تعالى: ﴿عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ . أَن جَآءَهُ ٱلۡأَعۡمَىٰ﴾،[٦] والإعراض عن الأعمى - وهو لا يعاينه ليتأذى به - في حال ترغيب رؤساء الكفرة للإسلام أيضاً جائز، لكن عند الله تعالى الإقبال على الأعمى وترك الكفرة كان أفضل. فعاتبه الله تعالى على ذلك فقال: ﴿عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ﴾. ومع ذلك قرن بهذا العتاب تعظيمه بمخاطبته[٧] على سبيل المغايبة كما يخاطب العظماء، فقال: ﴿عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ﴾ ولم يقل «عَبسْتَ وتَولَّيْتَ». وكذا[٨] قدّم العفو على العتاب في قوله: ﴿عَفَا ٱللَّهُ عَنكَ﴾،[٩] ولولا أنه قرن اللطف بهذا العتاب[١٠] وإلا لم يقِرّ قلبه لعتاب الله تعالى.

فالحاصل أن أحداً من أهل السنة والجماعة لم يُجوِّز منهم ارتكاب المحظور إيثاراً لشهوتهم وهواهم على رضا الله تعالى، وإن تلفظوا بلفظة الذنب فليس المراد منه الذنب المعتادَ /[٦و] فيما بين العباد، ولكن المراد منه مباشرة فعل له تَبِعَة من جهة العتاب أو غير ذلك. وهو حقيقة اللفظ، إذ

١ ي: الزلل منهم.
٢ ي: المزجور. انظر: تأويلات القرآن للماتريدي، ٤٠١/١٣.
٣ سورة التوبة، ٤٣/٩.
٤ ي - الله تعالى.
٥ سورة التحريم، ١/٦٦.
٦ سورة عبس، ١/٨٠ - ٢.
٧ ي: لمخاطبته.
٨ ي: وكذلك.
٩ سورة التوبة، ٤٣/٩.
١٠ ي: قرن العتاب بهذا اللطف.

التفسيرات الاحمدية

في بيان

الآيات الشرعية

هذا الكتاب كتاب لطيف للبرية المرغوب لاصحاب الآراء الشتية تصنيف الحبر الجليل الفاضل

النبيل جامع المعقول والمنقول حاوي الفروع والاصول الشيخ احمد ابن ابي سعيد المعروف بملا جيون الجونفوري

محشى

بالحواشي الرائقة مع الآيات اللائقة للعالم العامل والفاضل الكامل

ابن من آيات الله في العصر العلامة المولوي كريم بخش

مكتبة حقانية

محلہ جنگی، پشاور

فون: ٦٢٠٤٩٣

فنزل جبرئيل عليه السلام وقال راجعها فانها صوامة قوامة وانها لمن نسائك في الجنة هكذا في الكشاف والمدارك وانما طولنا الكلام وذكرنا ما ذكرنا لانه ليس في هذا المقام وجه من القصص المختلفة وحكايات متعددة ذكرنا ما اوردت منها هذا المقتبس للحاجة والقصد ان اهل الاصول تمسكوا بهذه الآية على ان تحريم المباح يمين يحل بالكفارة وذلك لان الله تعالى قال يا ايها النبي لم تحرم ما احل الله لك اي من العسل او مارية القبطية تبتغي مرضات ازواجك اي عائشة وحفصة وسودة وصفية وكان هذا زلة منه لانه ليس لاحد ان يحرم ما احل الله والله غفور رحيم قد فرض الله لكم تحلة ايمانكم يعني قد شرع الله لكم ما تحلل به ايمانكم وهو الكفارة فالظاهر انه لما حرم العسل او مارية كفر للتحريم فقد جعل الله تحريم الحلال يمينا واوجب الكفارة عليه لان الظاهر ان هذه الآية الذي ذكرت فيه تحلة ايمانكم مرتبط ومتعلق بالاول الذي ذكر فيه تحريم الحلال ايضا وروي عن مقاتل ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعتق رقبة في تحريم مارية وعن الحسن انه لم يكفر لانه كان مغفورا له ما تقدم من ذنبه وما تأخر وانما هو تعليم للمؤمنين وقيل معناه شرع الله لكم ما تحلل به الايمان وهو الاستثناء بان يقول ان شاء الله عقيبها حتى لا يحنث فلا يصلح ايضا دليلا على كون تحريم الحلال يمينا وان لم يجب الكفارة لعدم الحنث هكذا في المدارك فظهر من ههنا ان ما قال القاضي البيضاوي من انه يحتمل انه اتى عليه السلام بلفظ اليمين سوى التحريم كما يدل عليه رواية اليمين على ما ينبغي او قد علم انه انما اطلق اليمين على ذلك التحريم فظهر ان ما قال القاضي من انه لا يلزم من وجوب كفارة اليمين فيه كونه يمينا ايضا ليس كما ينبغي لان الله تعالى لم يحكم بحل الكفارة بل اطلق عليه لفظ اليمين حتى ان اطلقت تامل واصابة فالاعتراض عليه متناقض كما لا يخفى ثم ذكر صاحب الكشاف في تفصيل تحريم الحلال انه اذا حرم طعاما فقد حلف على اكله وان حرم امة فعلى وطيها او زوجة فعلى الايلاء اذا لم يكن له نية وان نوى الظهار فظهار وان نوى الطلاق فطلاق بائن وان نوى ثنتين او ثلثا كما نوى وان قال نويت الكذب

[illegible]

ثم قرر هكذا في الكشاف والمدارك الآخر وقال المفسرون في سبب النزول ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقسم بين نسائه فلما كان يوم حفصة استأذنت رسول الله صلى الله عليه وسلم في زيارة ابويها فاذن لها فلما خرجت ارسل رسول الله صلى الله عليه وسلم الى جاريته مارية القبطية فادخلها بيت حفصة ووقع عليها فلما رجعت حفصة وجدت الباب مغلقا فجلست عند الباب فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم ووجهه يقطر عرقا وحفصة تبكي فقال ما يبكيك قالت انما اذنت لي من اجل هذا ادخلت امتك بيتي ووقعت عليها في يومي وعلى فراشي اما رأيت لي حرمة وحقا ما كنت تصنع هذا بامرأة منهن فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أليس هي جاريتي قد احلها الله لي اسكتي فهي علي حرام التمس بذلك رضاك فلا تخبري بهذا امرأة منهن فلما خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم قرعت حفصة الجدار الذي بينها وبين عائشة فقالت الا ابشرك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد حرم عليه امته مارية وقد اراحنا الله منها واخبرت عائشة بما رأت

مركز البحوث الإسلامية
إستانبول
سلسلة عيون التراث الإسلامي
رقم ١٢

التمهيد

في بيان التوحيد

أبو شكور السالمي
(ت بعد ٤٦٠ هـ / ١٠٦٨ م)

تحقيق
د. عمر تركمان

مراجعة
أ. د. بكر طوبال أوغلي
أ. د. محمد آروتشي

نشريات وقف الديانة التركي

منهم قصدًا، والله تعالى غفر لهم اكتسابهم[1] وعفا عنهم رحمةً وفضلًا.[2] والمعنى فيه وهو أنه لو حصل منهم[3] المعصية لجاز منهم[4] الصغيرة، ولو جاز منهم[5] الصغيرة لجاز منهم[6] الكبيرة؛ ولو جاز[7] منهم[8] الكبيرة لجاز منهم الكفر. ولو كفر [النبي] يؤدي إلى بطلان الدين والشرائع، لأن الكفر يوجب بطلان العمل فيؤدي إلى تكفير الأمة بكفره، وهذا محال. ولأن[9] الأنبياء حجة الله تعالى على خلقه،[10] والحجة لا تَنقص[11] ولا تَبطل، فصح ما قلنا. ولأن الرسول يدّعي الحق لا محالة[12] ويُظهر المعجزة على صحة دعواه. ثم لو جاز منهم الكفر لجاز في كل حين وأوان، ووقتٍ وزمان. ثم الكفار[13] لو طلبوا منه المعجزة وهو يكفر بالله في تلك الساعة لكان لا يقع الفرق بين المدعي والمنكِر،[14] ولكان لا يصح الدعوى على النبوة[15] من غيره لثبوت[16] الشبهة ولجواز[17] الكفر منه. ولا يجوز من الحكمة أن يرسل رسولًا غير آمنٍ من الكفر فيكون[18] في العاقبة هو ومن أنكر فيه على السواء، وهذا غير جائز.

والزلة من الأنبياء جائزة عند عامة[19] الفقهاء. وقال بعض المعتزلة: غير جائزة.[20] وصورة المسألة هو[21] أن يكون صغيرة من غير قصد.[22]

القول في المعجزة

اعلم بأن ثبوت النبوة وصحتها يتحقق بإظهار المعجزة. وحدّ المعجزة[23] [هو أمر خارق] يَظهَر عقيب السؤال والدعوى، ناقضًا للعادة من غير استحالة بجميع الوجوه، ويَعجَز الناس عن إتيان مثله بعد التجهّد والاحتيال إذا كان لهم حذاقة ورَزانة

---

[1] ر ل: لهم عند اكتسابهم.
[2] ل: فضلا ورحمة.
[3] ل: منه.
[4] ل: منه.
[5] ل: منه.
[6] ل: منه.
[7] ر: والمعنى فيه وهو أنه لو حصل منه المعصية لجاز الصغير ولو جاز الصغيرة لجاز منه الكبيرة ولو جاز.
[8] ر ل: منه.
[9] ر: فلأن.
[10] س: على الخلق.
[11] ر ل: لا ينقص.
[12] س ل + ولكان.
[13] ل: ثم للكفار.
[14] ر - والمنكر.
[15] س ر: على نبوة.
[16] ر: من غير الثبوت.
[17] ر: ولا يجوز.
[18] ل: ليكون.
[19] ر: عند عانية.
[20] ل: غير جائز.
[21] س ر - هو.
[22] س: من القصد؛ ر: من غير فصل.
[23] جميع النسخ + أن.

فلسفه و عرفان
۴

شرح التعرّف لمذهب التصوّف

نور المُریدین و فضیحة المُدّعین

خواجه امام اُبو اُبراهیم اسماعیل بن محمّد مُستملی بُخاری

ربع سوم

با مقدّمه و تصحیح و تحشیه

محمّد روشن



انتشارات اساطیر
۵۵

الباب التاسع عشر

قولهم فیما اضیف الی‌الانبیاء [صلوات‌الله علیهم] من‌الزلل

اختلاف است مردمان را اندر زلات انبیا صلوات‌الله علیهم. معتزلیان و گروهی از اهل سنت مر انبیا را معصوم دارند و بر انبیا زلت روا ندارند، نه صغیره و نه کبیره. و عامهٔ اهل سنت و جماعت بر انبیا زلت روا دارند به‌شرط آنکه صغیره باشد و کبیره نباشد. و مر همه را اتفاق است که از انبیا کفر روا نباشد؛ مگر طایفه‌ای از مبتدعان و ضالان که این روا داشتند، ولکن بتدریج روا داشتند. گفتند روا باشد که انبیا از نبوت معزول گردند تا یکی از عامهٔ مؤمنان گردند، و چون نبوت برخاست بر هر مؤمنی کفر جایز باشد.

و نزدیك ما این قول خطا است و بدعت و ضلالت و کفر است. انبیا را خود عزل [۲۲ الف] روا نباشد. و چون از نبوت عزل روا نباشد کفر هم روا نباشد. از بهر آنکه کفر محل عداوت است و ایمان محل محبت، ولکن هرچند کافر به کفر عدو خداوند است عزوجل ورا پدید نیامده است که خداوند عدوی وی است. چون حال ملتبس است حکم وی نیز موقوف است؛ یا بر کفر از این جهان بیرون شود تا عداوت خدای مر ورا حقیقت گردد. یا کفر بر وی

زوال آید، پدید آید که خدای عزوجل مر ورا عدو نبوده است.

و مؤمن هرچند مر خداوند را بـه حکم ایمان محب است پدید نیامده است محبت خداوند مر ورا. چون حال ملتبس است حکم وی نیز موقوف است. یا از این جهان بـر ایمان بیـرون رود تامحبت خداوند مر ورا حقیقت گردد یا ایمان بر وی زوال آید، و نعوذبالله، تا پدید آید که خداوند عزوجل ورا عدو بوده است. و ایـن توقف اندر محبت و عداوت اندر حال انبیا روا نباشد، از بهر آنکه انبیا احبا باشند لامحاله از بهـر آنکـه ایشان اخص خصوص‌اند مقامی نیست مر خاصیت را برتـر از نبوت. پس ایشان خـاص‌ترین همه دوستان باشند. و تا محل خود این نباشد نبوت را نشاید.

پس محبت خداوند عزوجل مر انبیا را درست گشته باشد تا مر ایشان را نبوت آید. و چون محبت خداوند مر بنده را درست گشت از کفر آمن گشت، از بهر آنکه تغیر و تبدل بر صفت مخلوقان روا باشد و بر صفات حق روا نباشد. هرکرا محب است عدو نگردد، و هرکرا عدو است حبیب نگردد؛ [۲۲ ب] ولکن هرچند آن کسی که حق مر ورا محب است به وصف اعدا است چون سحرهٔ فـرعون. سلطان محبت حق غالب گردد و مر ایشان را به صفت احبا آرد. و هر کسی که حق عزوجل مر ورا عدو باشد هرچند به صفت احبا باشد، چون ابلیس لعنه‌الله سلطان عداوت حق مر ورا از وصف اولیا به وصف اعدا آرد.

و این از بهر آن است که هرچه محدثات‌اند معدوم بودند موجود گشتند، و از پس وجـود عـدم برایشان جایـز. و عدم با وجـود متناقضین‌اند. عدم نیستی است و وجـود هستی. باز تغیر صفات زیادتی باشد یا نقصانی اندر اوصاف با بقای ذات. و تغیر اوصاف با بقای ذات کمتر از نیست گشتن ذات. چون تغیری کـه از عدم به وجود [روا] بود و از وجود به‌عدم روا بود بر محدثات‌اولیتر که‌تغیر صفات با بقای ذات روا باشد. از بهر آنکه تغیر صفات رفع ذات واجب نکند. باز فنای ذات تعطیل صفات واجب کند. [گاه حبیب را به لباس اعدا دارد تا خلعت محبتش پوشاند؛ و گاه عدو را به رنگ

و اما سخن اندر کبایر انبیا [صلوات‌الله علیهم]

مذهب گروهی آن است که از انبیا علیهم‌السلام کبایر روا دارند و حجت آرند به قصهٔ برادران یوسف علیهم‌السلام که ایشان پدر را بیازاردند و برادر را بفروختند و پیش پدر دروغ گفتند که مر ورا گرگ بخورد. این همه کبایراند. و اهل سنت و جماعت از انبیا علیهم‌السلام کبیره روا ندارند: از بهر آنکه کفر کبیره‌ای است از کبایر؛ و از انبیا علیهم‌السلام کفر روا نیست، دیگر کبیره هم روا نباشد. از بهر آنکه از هر کسی که یکی کبیره روا باشد همه کبایر روا باشد. دلیل بر این بر غیر انبیا علیهم‌السلام. و نیز کبیره موجب عقاب است الا آن است که عقاب به کبیره اندر حد جواز است. و باز عقاب به کفر اندر حد وجوب است؛ و انبیا علیهم‌السلام نشاید که چیزی کنند که مستوجب عقاب خدای گردند. و نیز زلات انبیا که جایز است از بهر آن معنی است، والله اعلم، تا امت از ایشان عذر تقصیر خواستن و توبه کردن بیاموزند. و این‌معنی به‌صغیره حاصل آید. جواز کبیره را معنی نیست.

و اما احتجاج ایشان به قصهٔ برادران یوسف علیهم‌السلام. جواب

از ایشان اقامت طاعت بیامختند و اصلاح تقصیر نیاموزند. و مر خلق را بـه اصلاح تقصیر حاجت بیش از آن است کـه به اقامت طاعت. تقصیری که آن صغیره است نه کبیره و از غیر انبیا اگر آن بیامدی مغفور بودی به اجتناب کبایر برایشان برود. و باز مر ایشان را عتاب آید تا عذر آن بخواهند تـا دیگران بدانند کـه از صغیره عذر همی [چنین] بایـد خواستن، از کبیره چگـونه بایـد خواستن! پس معنی تجویز صغایر بر ایشان این است. و گروهی چنین گفتند که همین صغیره از ایشان به تأویل روا باشد نه به قصد، و مر آن تأویل را وجوه گفتند. یك وجه آن است. والله اعلم، که اندر کتاب یاد کرده است.

[قوله] «قال جنید و النوری و غیرهما من‌الکبار ان ماجری علی الانبیاء علیهم‌السلام جـری علی ظواهـرهم و اسرارهم مستوفـاة
۲ بمشاهدات الحق». گفت آنچه بر پیغامبران رفت صلوات‌الله علیهم از زلات بر ظاهر ایشان رفت نه بر سرهای ایشان. و سرهای‌ایشان مشغول بود به مشاهدات حق. معنی این سخن آن است، والله اعلم، که سر انبیا به هیچ‌وقت‌از شغل حق فارغ نباشد؛ ولکن بر دوام اندر تفکر جلال و جمال حق باشند. گاه اندر خوف جلال باشند گاه اندر رجای جمال باشند. آن مشاهدات تفکر باشد نه مشاهدات معاینه.

و مثل این چنان باشد که کسی مشتاق باشد به چیزی غایب یا خایف باشد از چیزی غایب [۲۸ ب] چون شوق و خـوف وی غلبه گیرد، همگی تفکر وی بدان چیز گردد؛ آن غایب ورا اندر فکرت سر چون شاهد گردد بظاهر [از حاضران] غایب گردد. آنگاه بظاهر وی چیزی را بزنند و از زخم خبر ندارد؛ یا به‌کسی اندر نگرد و از دیدن خبر ندارد؛ یا با کسی سخن گـوید و از آن سخن گفتن خبر ندارد؛ یا کسی با وی سخن گوید آری کند و از شنیدن خبر ندارد؛ از بهر آنکه سرش از نفس غایب است و نفسش از سر غـایب. مثل زلات انبیا علیهم‌السلام این است. اسرار ایشان به مشاهدت حق مشغول اندر تفکر آلا و نعمای وی یا اندر تفکر عظمت و هیبت وی و آنچه بدین ماند. بر نفس ایشان چیزی نرود بـی‌قصد و اعتقاد از بهر

بدین دوستی بنازیت که دوستی با عتاب بهتر از دشمنی بی‌عتاب.

باز گفت:

«و أثبتها بعضهم و قالوا انها کانت علی جهة التأویل والخطأ فیه». و گروهی [۳۱ ب] انبیا را زلت ثابت کردند و گفتند بر جهت تأویل و خطا بود، یعنی انبیا علیهم‌السلام قصد خلاف نکردند، ولکن مر آن را تأویل صواب دانستند و خطا آمد. باز اندر آن تأویل سخن گفتند.

گروهی گفتند که به فرامشتی کردند نه بعمد. و قصهٔ آدم حجت آوردند: فنسی ولم نجد له عزما. و گفتند روا نباشد کـه انبیا را تأویل خطا افتد؛ از بهر آنکه تأویل مجتهدان را بـاشد و انبیا را اجتهاد نباشد. آنچه‌کنند همه به‌وحی کنند و به‌وحی گویند. چنانکه خدای گفت عزوجل: و ما ینطق عن الهوی، ان هوالا وحی یوحی.

و گروهی این رد کردند و گفتند نسیان نبود از بهر آنکه خدای گفت‌عزوجل: وقاسمهما انی‌لکما لمن‌الناصحین. چگونه فرامشت‌کار باشد که ابلیس ورا همی یاد دهد. و نیز گفت: ما نهیکما ربکما عن هذه‌الشجره. اشارت کرد بدان درخت. اگر آدم ناسی بود چون یـاد آوردش یاد آمدی لامحاله. پس دانستیم که این‌حال نسیان نبود،ولکن مر این را تأویلی بود جز نسیان. و گروهی مر آن تأویل را انـدر جنس نهادند نه اندر عین. این چنان باشد که خدای عــزوجل مر ایشان را گفت: لا تقربا هذه الشجره. به نهی اشارت به یك شجره افتاد، و مراد جنس آن شجره بود نه عین مشارالیه. و از آن جنس درخت اندر بهشت بسیار بود. آدم علیه‌السلام پنداشت مــراد عین مشارالیه است نه جنس. و ورا اندر این تأویل خطا افتاد. از درختی دیگر که از جنس مشارالیه بود بخورد.

و گروهی‌چنین‌گفتندکه‌زلات انبیا علیهم‌السلام‌بران معنی باشد که مر ایشان را اندر چیزی اطلاق آمده باشد بران دیگری را قیاس کنند [۳۲ الف] و به اجتهاد خویش برانند؛ و نزدیك خدای تعالی آن حکم منسوخ گشته باشد. ایشان را بدان اجتهاد عتاب آید.

و گروهی چنین گفتند که پیغامبران خـود به تأویل خطا کـار

نکنند و صواب کنند آنچه کنند، ولکن هرچند صواب کنند باید که به امر کنند. چون امر نیابند عتاب آید از بهر نابایستن امر نه از بهر خطا. این چنان است که خدای گفت عزوجل اندر قصهٔ پیغامبر صلی‌الله‌علیه عفاالله عنك لم اذنت لهم. عفو زلت را باشد و عتاب که چرا کردی هم زلت را باشد. و آنچه وی کرد اندر دین جایی کوست نزد، ولکن‌بایستی‌که منتظر بودی امر را. چون امر را انتظار نکرد عتاب آمد. ولکن اندر عتاب فایده‌ای بزرگ آمد، و آن آنست که همه را عتاب پیش آورد و عفو سپس، و مر ورا عفو مقدم کرد بر عتاب. و اندر این حکمتی‌است، و آن آنست‌که چون عتاب مقدم باشد از عذر چاره نباشد تا عفو آید. و چون عفو مقدم باشد به‌عذر حاجت نیاید. عذر خواستن مقام ذل است همه را به مقام ذل آورد و ورا صلی‌الله‌علیه به مقام عز نگاه داشت.

و از این نیکوتر فایده‌ای هست و آن آنست که اگر عفو مقدم نبودی طاقت سماع عتاب نداشتی؛ و اگر عتاب نبودی بر آلودگی بماندی. عتاب کرد پاکی را و عفو کرد نگاه داشتن ذل را. و گروهی چنین گفتند که تأویل زلت ایشان آن باشد که بر رضای کسی روند کمتر از خویشتن، چنانکه خدای گفت عزوجل: لم تحرم ما احل‌الله لك تبتغی مرضات ازواجك. چرا همی حرام کنی بر خویشتن آنچه ما ترا حلال کردیم. تبتغی مرضات ازواجك. [۳۲ ب] خشنودی زنان همی جویی. عتاب نه از بهر حرام کردن حلال آمد چه از بهر جستن رضای زنان آمد. معنی این سخن آن باشد که سید عالم توی. همه را رضای تو باید جستن نه ترا رضای کس دیگر.

و از این نیکوتر هست و آن آنست که ما ترا خداوندیم و تو ما را بنده. و باز دیگران ترا کهتراند و تو ایشان را مهتر. من که سید توام، همی رضای تو جویم، چنانکه گفت: فلنو لینك قبلة ترضاها. و نیز گفت: ولسوف یعطیك ربك فترضی. ترا رضای کس‌دیگر چرا باید جستن. و گروهی چنین گفتند که زلت انبیا چنان باشد که به تأویل سخنی بگویند و مر آن تأویل را معنی صحیح ولکن ظاهر شنوند و معنی ندانند. عتاب آید از بهر آنکه ایشان بیان را اند نه

بهر آنکه از شوق توبه کردن کفر است. باطن مشتاق بود توبه نکرد ظاهر محل باطن آرزو کرد. توبه کرد ظاهر را ادب‌کردند تا بیش بی‌حرمتی نکند. یا مشغول گـردند، تا بیگانه میان دوست و دوست نگنجد. هم آن قصور که اندر ظاهر موسی افتاد به صعق و سر به‌حق مشغول. زلات انبیا را معنی همین باشد. باطن به دوست مشغول‌گردد به ظاهر قصور افتد؛ و این خود متعارف است میان خلق که هرکرا محبت چیزی غالب گردد از صلاح خویش و از صلاح همه دنیا غافل گردد.

اگر نه آنستی کـه انبیا علیهم‌السلام مقتدای خلـق‌اند و آینهٔ حق‌اند چون یکبارگی غافل شوند خلق هلاك شوند، و اگـرنه اندر غلبات مشاهـدات و شوق ایشان بایدی کـه هرگز با خلـق صحبت نکنندی. ولکن حق عزوجل سر ایشان را به خود همی مشغول دارد. صلاح ایشان را و ظاهر ایشان را به خلق همی مشغول دارد صلاح خلق را. پس سهو پیغامبر صلی‌الله علیه اندر نماز هم بر این‌معنی باشد. به چیزی مشغول گشتی که آن برتر از سد هزار نماز. تا ورا اندر نماز سهو افتادی.

تا همی حکایت آرند از جنید که وی چنین گفت کاشکی من بدان سهو پیغامبر رسیدمی. و گروهی این از ابوبکر روایت آرند، ولکن درست نیست این چنین استاخی جنید کند و صدیق نکند. استاخـی کردن مقامی که جای تو نیست بی‌حرمتی باشد. بر جنید بی‌حرمتی روا باشد و بر صدیق روا نباشد. باز اندر کتاب مر این را دلیل آورد گفت:

«لقوله صلی‌الله‌علیه جعلت قـرة عینی فی‌الصلوة». گفت چشم روشنایی من اندر نماز نهادند. [۳۷ الف]

«اخبر ان فی‌الصلوة ما تقر به عینه». خبر داد کـه اندر نماز چیزی است که چشم من به وی روشن گردد.

«ولم یقل جعلت قـرة عینـی الصلـوة». و نگفت چشم روشنایی من نمـاز است. یعنـی نگفت چشم مـن بـه نمـاز روشن گـردد، ولکن گفت اندر نماز روشن گردد. درست شد که مر ورا اندر نماز

هر کسی که به چیزی مشغول گردد به‌مقدار اشتغال وی‌بدین [چیز] از غیر وی فراغت یابد، و این فصل یا عارفان شناسند یا عاشقان. پس مصطفی صلی‌الله‌علیه هرچند به سر محجوب نبود از حق‌عزوجل بیرون از نماز ظاهرش به خلق مشغول بود. مشاهدت بر کمال نبود. چرا اندر نماز آمدی ظاهر از خلق فراغت یافتی. از مشاهدت سر لذت برداشتی. سر را مشاهدت بر دوام بودی، ولکن ظاهر نصیب آنگاه برداشتی که اندر نماز آمدی و از خلق ورا بیش خبر نماندی. از این معنی گفت: «جعلت قرة عینی فی‌الصلوة».

«و کل من اثبتها زللا و خطایا فانهم جعلوها صغایر مقرونة بالتوبه». و هرکه مر انبیا را زلات و خطا روا دارد، آن را صغایر دارد و نه کبایر و مقرون دارد به توبه.

اندر این سخن دو معنی است: یکی آنکه زلات انبیا صغایر باشد و کبایر نباشد، از بهر آنکه کبایر [۳۸ الف] موجب عقوبت‌اند و اهل کبایر به وعید خدای عزوجل داخل‌اند، ولکن با همین وعید مشیت خداوند را است عزوجل، و انبیا علیهم‌السلام نشاید که به وعید خدای تعالی داخل گردند، و نشاید که مستوجب عقوبت گردند. و اگر بر ایشان یك کبیره جایز باشد دیگر کبیره‌ها جایز باشد، و کفر از جمله کبیره‌ها است آنگاه کفر بر ایشان جایز بود، و این محال است. درست شد که ایشان از کبایر معصوم باشند، و زلتی که از ایشان بیاید صغیره باشد.

و دیگر معنی آن است که بر ایشان اصرار روا نباشد، از بهر آنکه اصرار بر کسی روا باشد که ز وی قصد گناه روا باشد. و ما بر انبیا علیهم‌السلام همین صغایر که روا داشتیم بقصد روا نداشتیم ولکن به نسیان روا داشتیم، یا به تأویل. چون مر ایشان را یاد آید که ما غلط یا خطا [کردیم] تأویل ظاهر گردد، هم اندر وقت به عذر مشغول گردند، از بهر آنکه اگر عذر نخواهند اصرار باشد، و اصرار بتر از قصد به ابتدا. و چون این اصل ثابت گشت دو چیز بباید دانستن: یکی آنکه از حق عزوجل با بزرگان به کاری خبر دادن عتاب باشد که با دیگران نباشد از بهر بزرگی محل ایشان را

شرح الفقه الأكبر

المسمى

مختصر الحكمة النبوية

تصنيف

الشيخ إسحاق الحكيم الرومي
المتوفى سنة ٩٥٠هـ

دراسة وتحقيق وإعداد
بايزيد نيتسفيتش
BAJAZID NICEVIĆ

إشراف
الدكتور ماجد الدرويش


دار الكتب العلمية
Dar Al-Kotob Al-Ilmiyah
DKI
أسسها محمد علي بيضون سنة 1971 بيروت - لبنان
Est. by Mohammad Ali Baydoun 1971 Beirut - Lebanon
Établie par Mohamad Ali Baydoun 1971 Beyrouth - Liban

من الله تعالى كما قال في آدم عليه السلام: ﴿وَعَصَىٰٓ ءَادَمُ رَبَّهُۥ فَغَوَىٰ ۝﴾[1] ونعني بالقصد في زلة قصد الفعل لا قصد العصيان، وإذا لم تخل الزلة عن البيان لم يشكل على أحد أنها مما لا يتبع النبي عليه السلام فيها فيبقى العبرة للأنواع الثلاثة[2].

وقال شمس الأئمة محمد السرخسي رحمه الله في أصول الفقه، باب الكلام في أفعال النبي عليه السلام: (اعلم بأن أفعاله[3] التي تكون عن قصد تنقسم على أربعة أقسام: مباح، ومستحب، وواجب، وفرض. وهنا نوع خامس وهو الزلة، (ولكنه غير داخل في هذا الباب؛ لأنه لا يصلح للاقتداء به)[4] في ذلك، وعقد الباب لبيان حكم الاقتداء به في أفعاله؛ ولهذا لم نذكر[5] في الجملة ما يحصل في حالة[6] النوم والإغماء، لأنّ القصد لا يتحقق فيه فلا يكون داخلاً[7] فيما هو حد الخطاب. وأما الزلة فإنه لا يوجد فيها القصد إلى عينها أيضًا، ولكن يوجد القصد إلى أصل الفعل. وبيان هذا أن الزلة أخذت من قول القائل: زلّ الرجل في الطينْ إذا لم يوجد القصد إلى الوقوع ولا إلى الثبات بعد الوقوع، ولكن وجد القصد إلى المشي في الطريق، فعرّفنا بهذا أن الزلة ما/[أ 37/أ] يتصل بالفاعل عند فعله ما لم يكن قَصَدَه بعينه، ولكنه زل فاشتغل به عما قصد بعينه، والمعصية عند الإطلاق إنما تتناول ما يقصده[8] /[ج 31/أ] المباشرُ بعينه وإن كان قد أطلق الشرعُ ذلك على الزلة مجازًا. ثم لا بد أن يقترن بالزلة بيان من جهة الفاعل أو من الله تعالى، كما قال الله تعالى مخبرًا عن موسى عند قتل القبطي: ﴿هَٰذَا مِنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ﴾[9] الآية، وكما قال تعالى: ﴿وَعَصَىٰٓ ءَادَمُ رَبَّهُۥ فَغَوَىٰ ۝﴾[10] الآية، وإذا كان البيان يقترن به لا محالة علم أنه غير صالح للاقتداء به[11]). إلى هنا عبارته رحمه الله[12].

---

(1) سورة طه، الآية: 121.

(2) تقويم الأدلة في أصول الفقه للإمام أبي زيد الدبوسي، دار الكتب العلمية، بيروت، سنة 1421هـ/ 2001م: ص 247.

(3) في (ب): الأفعال.

(4) ما بين القوسين ساقط من (ب).

(5) في (ب): لم نذكره إلا في..

(6) في (ب): حال.

(7) في (ج): فلا يدخل فيما..

(8) في (أ): يقصد.

(9) سورة القصص، الآية:15.

(10) سورة طه، الآية: 121.

(11) "به" ساقط من (ب).

(12) أصول السرخسي، مصدر سابق: ج2/ص87.

شرح كتاب

الفقه الأكبر

للإمام الأعظم

أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي

رضي الله عنه

الشرح

للإمام الملا علي القاري الحنفي

المتوفى سنة ١٠١٤هـ

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه

علي محمد دندل

مكتبة رشيدية

سركي روڈ كوئٹه. فون: ٢٦٦٢٢٦٣

....

يستغفر إذا فرغ من الصلاة، وكذا إذا خرج من قضاء الحاجات ومن هذا القبيل قول رابعة العدوية: استغفارنا يحتاج إلى استغفار كثير، وله معنيان أحدهما: أصدق من الآخر فتأمل وتدبّر فلنعطف من هذا المقام إلى ما كنّا في صدده من الكلام.

فذكر القاضي أبو زيد[1] في أصول الفقه أن أفعال النبي ﷺ عن قصد على أربعة أقسام: واجب ومُستَحبّ ومُباح وزلّة، فأما ما كان يقع من غير قصد كما يكون من النائم والمخطيء ونحوهما فلا عبرة بها، لأنها غير داخلة تحت الخطاب، ثم الزلة لا تخلو عن القرآن ببيان أنها زلّة إما من الفاعل من نفسه كقول موسى حين قتل القبطي بوكزته هذا من عمل الشيطان وإما من الله سبحانه كما قال الله تعالى في حق آدم عليه السلام: ﴿وعصى آدم ربه فغوى﴾[2]. مع أنه قيل زلّته كانت قبل نبوّته لقوله تعالى: ﴿ثم اجتباه ربه فتابَ عليه وهدى﴾[3]. وإذا لم تخل الزلّة عن البيان لم يشكل على أحد أنما غير صالحة للاقتداء بها فتلقّى العبرة للأنواع الثلاثة.

وقد ذكر شمس الأئمة أيضًا نحوه، وفي شرح العقائد أن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام معصومون عن الكذب خصوصًا فيما يتعلق بأمر الشرع وتبليغ الأحكام وإرشاد الأمة أما عمدًا فبالإجماع، وإما سهوًا فعند الأكثرين وفي عصمتهم عن سائر الذنوب تفصيل وهو أنهم معصومون عن الكفر قبل الوحي وبعده بالإجماع، وكذا عن تعمّد الكبائر عند الجمهور خلافًا للحشوية[4]، وأما سهوًا فجوّزه الأكثرون، وأما الصغائر فتجوز عمدًا عند الجمهور خلافًا للجبائي وأتباعه، وتجوز سهوًا بالاتفاق إلا ما يدل على الخسّة كسرقة لقمة وتطفيف حبة، لكن المحقّقين اشترطوا أن ينبّهوا عليه فينتهوا عنه هكذا كله بعد الوحي، وأما قبله فلا دليل على امتناع صدور الكبيرة خلافًا للمعتزلة ومنع الشيعة صدور الصغيرة والكبيرة قبل الوحي وبعده، لكنهم جوّزوا إظهار الكفر تقية[5] فما نقل

---

(١) هو القاضي عبد الله بن عمر الدبوسي المتوفى سنة ٤٣٠هـ وأشهر مصنفاته: تأسيس النظر وتقويم الأدلة المعروف بأصول الدبوسي.

(٢) طه: ١٢١.

(٣) طه: ١٢٢.

(٤) الحشوية هم الذين أدخلوا في الحديث كثيرًا من الغرائب وسُمّي ذلك حشوًا أي حشو الحديث بالأخبار الغريبة، والروايات المخلوطة، ومنها المأخوذ عن اليهود، وهو ما يسمى بالإسرائيليات. وهم مشبهة. انظر الملل والنحل ١/ ١٠٤-١٠٥.

(٥) التقية: هي المداراة، والتظاهر بعقيدة لا يعتقد بها صاحبها.

ومحمد عليه الصلاة والسلام نبيه ....

عن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام مما يُشعِر بكذب وبمعصية بطرق ثابتة فمصروف عن ظاهره إن أمكن، وإلا فمحمول على ترك الأولى، أو كونه قبل البعثة[1].

وقال ابن الهمام والمختار أي: عند جمهور أهل السُّنّة العصمة عنها أي عن الكبائر لا الصغائر غير المنفّرة خطأً أو سهوًا، ومن أهل السُّنّة مَن منع السهو عليه والأصح جواز السهو في الأفعال، والحاصل: أن أحدًا من أهل السُّنّة لم يجوز ارتكاب المنهي منهم عن قصد، ولكن بطريق السهو والنسيان ويسمى ذلك زلّة.

قال القونوي: واختلف الناس في كيفية العصمة، فقال بعضهم: هي محض فضل الله تعالى بحيث لا اختيار للعبد فيه وذلك إما بخلقهم على طبع يخالف غيرهم بحيث لا يميلون إلى المعصية ولا ينفرون عن الطاعة كطبع الملائكة، وإما بصرف همّتهم عن السيئات وجذبهم إلى الطاعات جبرًا من الله تعالى بعد أن أودع في طبائعهم ما في طبائع البشر.

وقال بعضهم: العصمة فضل من الله ولطف منه، ولكن على وجه يبقى اختيارهم بعد العصمة في الإقدام على الطاعة والامتناع عن المعصية وإليه مال الشيخ أبو منصور الماتريدي حيث قال: العصمة لا تُزيل المحنة أي الابتلاء والامتحان يعني لا تجبره على الطاعة ولا تعجزه عن المعصية، بل هي لطف من الله تعالى يحمله على فعل الخير ويزجره عن الشر مع بقاء الاختيار تحقيقًا للابتلاء والاختيار (ومحمد رسول الله ﷺ) أي محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصي بن كلاب بن مُرّة بن كعب بن لؤي بن غالب بن فهر بن مالك بن نضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن إلياس بن مضر بن نزار بن معدّ بن عدنان هذا القدر من نسبه عليه الصلاة والسلام لم يختلف فيه أحد من العلماء الأعلام، وقد رُوِيَ من أخبار الآحاد عنه عليه الصلاة والسلام أنه نسب نفسه كذلك إلى نزار بن معدّ بن عدنان[2] (نبيه) وفي نسخة

(١) العقائد النسفية ٢١٥ـ ٢١٦ بشيء من التصرّف.

(٢) اضطربت كلمة النسابين فيما بعد عدنان حتى نراهم لا يكادون يجمعون على جدّ حتى يختلفوا، فيمن قوله، وقد حكي عن النبي ﷺ أنه كان إذا انتسب لم يتجاوز في نسبه إلى عدنان بن أدد ثم يمسك ويقول: كذب النسابون. وقال عمر بن الخطاب: إنني لأنتسب إلى معدّ بن عدنان، ولا أدري ما هو. وعن سليمان بن أبي خيثمة قال: ما وجدنا في علم عالم، ولا شعر شاعر أحدًا يعرف ما وراء معدّ بن عدنان، ويعرب بن قحطانه. انظر السيرة النبوية لابن هشام ١/ ١و٢.

تقويم الأدلة

في أصول الفقه

تأليف

الإمام أبي زيد عبيد الله بن عمر بن عيسى
الدبوسي الحنفي
المتوفى سنة ٤٣٠هـ

قدم له وحققه
الشيخ خليل محيي الدين الميس
مفتي زحلة والبقاع
مدير أزهر لبنان

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

باب

القول في أفعال النبي ﷺ

أفعال النبي ﷺ عن قصد على أقسام أربعة: واجبة، ومستحبة، ومباح، وزلة.

فأما ما كان يقع من الأفعال من غير قصد كما يكون من النائم والمخطىء ونحوهما فلا عبرة بها، لأنها غير داخلة تحت الخطاب على ما نذكر.

ثم الزلة لا تخلو عن القرآن ببيان أنها زلة إما من الفاعل نفسه كقول موسى عليه السلام حين قتل القبطي بوكزته ﴿هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ [القصص: ١٥]، أو من الله تعالى كما قال في آدم عليه السلام ﴿وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ﴾ [طه: ١٢١]، وحتى بين الله تعالى ما لولا عصمته لزلوا كما قال: ﴿وَلَوْلَا أَن ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا﴾ [الإسراء: ٧٤] ونعني بالقصد في الزلة قصد الفعل لا قصد العصيان، وإذا لم تخل الزلة عن البيان لم يشكل على أحد أنه مما لا يتبع النبي ﷺ فيها فتبقى العبرة للأنواع الثلاثة.

وقد اختلف أهل العلم فيما يلزمنا منها؟

فقال بعضهم: يلزمنا اتباعه فيها ما لم يقم دليل المنع.

وقال بعضهم: نقف فيها حتى يقوم الدليل.

وقال أبو الحسن الكرخي: نعتقد الإباحة حتى يقوم دليل بيان سائر الأوصاف. وإذا قام الدليل على وصف زائد كان النبي ﷺ مخصوصاً به حتى يقوم دليل المشاركة.

وقال أبو بكر الرازي: نعتقد الإباحة ما لم يقم دليل البيان على صفة فعل رسول الله ﷺ، ثم يلزمنا على ذلك الوصف حتى يقوم دليل اختصاصه به، وهو الصحيح عندنا.

فأما الأولون فإنهم احتجوا بالآيات الموجبة اتباع الرسول الله ﷺ وطاعته والاقتداء به، وبقوله: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ﴾ [النور: ٦٣] فالمراد به السمت كما قال الله تعالى: ﴿وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ﴾ [هود: ٩٧].

وأما الفريق الثاني فإنه زعم أن الاقتداء والاتباع والموافقة لا تحصل بنفس الفعل، ألا ترى أنك إذا حصلت مثله على سبيل المعارضة كنت منازعاً كسحرة فرعون مع موسى عليه السلام وإذا فعله رسول الله ﷺ نفلاً. وفعلته أنت فرضاً كنت مخالفاً، وإنما الاقتداء في فعلك مثل فعله على صفته طاعة له، والصفة للفعل كانت محتملة فإنه ﷺ كان يفعل

القول الفصل

شرح الفقه الاكبر

للإمام الاعظم ابى حنيفة

شرحه

محى الدين محمد بن بهاء الدين

المتوفى سنة ٩٥٦ هـ. ١٥٤٩ م.

قد اعتنى بطبعه طبعة ثانية بالاوفست

وقف الاخلاص



يطلب من مكتبة الحقيقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٧ استانبول - تركيا

هجري قمري	هجري شمسي	ميلادي
١٤١٩	١٣٧٦	١٩٩٨

Baskı: İhlâs Matbaacılık Gazetecilik Yayıncılık Sanayi Ticaret A.Ş. İSTANBUL Tel: 637 13 40

- ٢٧٣ -

قال رضی الله عنه (و الانبياء صلوات الله عليهم اجمعين كلهم منزهون عن الصغائر و الكفر و الفواحش وقد كانت منهم زلات وخطيئات) اى صغائر صدرت عنهم ... فان الكبائر لا تصدر عنهم و لو سهوا عند البعض و اما عدم صدورها عمدا ... فممتنع عندنا شرعا و عند المعتزلة عقلا. و التفصيل فى امر عصمة الانبياء. اما ... جوز الجمهور صدور الكبائر عنهم بناء على عدم دلالة المعجزة على امتناعه و ... العقل فيه.

... غاية الامر ان لا يعلم امتناعه عندنا بدليل قطعى و يجوز ان يمتنع فى الواقع و ... و ان لم يبلغ اليه علمنا لا انه يجوز فى الواقع و فى حكم الله سيما الكفر و ... و الامور الصادرة عن الخساسة و الدناءة فان الاظهر برائتهم عن هذا النوع و لو ... قبل البعثة لتنافيها مع غرض البعثة لأن القلوب سيما قلوب اهل الهمم مجبولة ... و الانكار ممن باشر هذا النوع و لو بعد مرور ايام و دهور و تبدل اوضاع و امور و ... اكثر المعتزلة الكبيرة و ان تاب عنها لاستلزامه النفرة المانعة عن الاتباع المفوت ... و فصل بعضهم و جوز غير المنفرات كقهر الامهات والدناءات كسرقة لقمة و ...

و ... الشيعة فقد بالغوا فى امر عصمتهم و منعوا الصغائر فكيف الكبائر و قبل ... فيما بعدها. و اما اقوالهم فى العصمة بعد البعثة اما الكفر فالامة مجمعون على ... و ان لزم التجوز على الازارقة من الخوارج و لتجويزهم الذنب عليهم و قولهم ... كفر و اما الكفر بمعنى الشرك او الجحود فلا قائل بجواز صدوره عنهم اصلا ... الشيعة اظهاره تقية و منعه غيرهم لما انه يفضى الى اخفاء الدعوة اذ اولى ... التقية وقت الدعوة لكثرة المخالف وضعف النبى و اما غير الكفر فاقام ما ينافى ... المعجزة كالكذب فيما يتعلق بالتبليغ و كبيرة غير منافية و صغيرة منفرة موجبة ... صغيرة غيرها فالقسم الاول جمع اهل الشرائع على امتناعه على النبى عمدا و فى ... سهوا و غفلة خلاف منعه الاستاذ و اكثر الأئمة لدلالة المعجزة على صدقهم مطلقا ... القاضى ذهابا الى ان دلالة المعجزة على التصديق فيما اخبر به قصدا.

أصول الدين

تأليف

الإمام الأستاذ أبي منصور عبد القاهر بن طاهر بن محمد التميمي البغدادي

المتوفى سنة ٤٢٩ هـ

حققه وعلق عليه

أحمد شمس الدين

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

تفضيلهم على عيسى عليه السلام[١]؛ لأن مثل هذا الكلام قد يُخبرُ به عن المتساويين فيقال: إن زيداً لا يرضى بكذا ولا عمرو. على أن الآية تقتضي أن لا يكون المسيح أفضل من جميع الملائكة وإن كان أفضل من كل واحد منهم، كما لا يكون الواحد أعلم من جميع علماء الأرض وإن جاز أن يكون أعلم من كل واحد منهم.

المسألة الرابعة عشرة من هذا الأصل
في تفضيل الأنبياء على الأولياء

زعم قوم من الكرّامية أن في الأولياء مَن هو أفضل من بعض الأنبياء. وزعم جُهّالُهم أن زعيمهم ابن كرام كان أفضل من عبد الله بن مسعود ومن كثير من الصحابة. وزعم بعض غلاة الروافض أن الإمام أفضل من النبي. وكان هشام بن الحكم الرافضي يشترط العصمة في الإمام ويجيز الخطأ على النبي ﷺ، ويزعم أنه عصى ربه في أخذ الفداء من أسارى بدر غير أن الله تعالى غفر له ذلك. وفي هذا تفضيل منه للإمام على الرسول. وقال أهل الحق: إن كل نبي أفضل من جميع الملائكة تفضيله[٢] على مَن دونهم أولى.

المسألة الخامسة عشرة من هذا الأصل
في بيان عصمة الأنبياء عليهم السلام[٣]

أجمع أصحابنا على وجوب كون الأنبياء معصومين بعد النبوة عن الذنوب كلها. وأما السهو والخطأ فليسا من الذنوب فلذلك ساغا عليهم. وقد سهى نبينا ﷺ في

(١) قالوا: قوله تعالى: ﴿لَن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ...﴾ الآية، صريح في تفضيل الملائكة على المسيح، كما يقال: لا أنا أقدر على هذا ولا مَن هو فوقي في القوة، ولا يقال مَن هو دوني؛ وكما يقال: لا يستنكف الوزير عن خدمة فلان ولا السلطان، ولا يجوز أن يعكس. وردّ عليهم في المواقف وشرحه (٨/ ٣١٣) فقال: «الجواب أن النصارى استعظموا المسيح لما رأوه قادراً على إحياء الموتى ولكونه بلا أب فأخرجوه عن كونه عبداً لله وادّعوا له الألوهية والملائكة فوقه فيهما فإنهم قادرون على ما لا يقدر عليه ولكونه بلا أب ولا أم، فإذا لم يستنكفوا من العبودية ولم يصر ذلك سبباً لادعائهم الألوهية فالمسيح أولى بذلك وليس من الأفضلية التي نحن بصددها في شيء».

(٢) كذا في الأصل؛ ولعلها: «فتفضيلهم».

(٣) انظر شرح المواقف (٨/ ٢٨٨)، وشرح المقاصد (٣/ ٣٠٨).

يوم ندعو كل أناس بإمامهم

مجموعة الرسائل العشرة

لامامنا الاعظم وهمامنا الأقدم سيد التابعين ورأس
المجتهدين أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي
رئيس ارباب الأتقياء رحمة الله عليه

مع الرسائل الثلاثة
لملا احمد أمان وفقه الله لمزيد الخير والاحسان

ابيات

هذه المجموعة الشريفة طبعت [illegible]

هذا كتاب لو يباع بوزنه
ذهبا لكان البايع مغبونا
أو ما من الخسران أنك آخذ
ذهبا و تترك جوهرا مكنونا

[illegible] في شهر ذي الحجة سنة ١٣٢٣

جمال پریس دہلی

۳۰

ثم خاطبہم وامرہم ونہاہم فکفر من کفر بفعلہ وانکارہ وجحودہ وھو بخذلان الله تعالیٰ ایاہ وآمن من آمن بفعلہ واقرارہ وتصدیقہ کل ذلک بتوفیق الله تعالیٰ ایاہ ونصرتہ له اخرج ذریۃ آدم من صلبہ فجعلہم عقلاء فخاطبہم فاقروا بربوبیتہ وکان ذلک منہم ایمانا فہم یولدون علی تلک الفطرۃ فمن کفر بعد ذلک فقد بدل وغیر ومن آمن فقد ثبت علیہ وداوم ولم یجبر احدا من خلقہ علی الکفر ولا علی الایمان ولا خلقہ مؤمنا ولا کافرا ولکن خلقہم اشخاصا والایمان والکفر فعل العباد ویعلم الله تعالیٰ من یکفر فی حال کفرہ کافرا واذا امن بعد ذلک علمہ مؤمنا فی حال ایمانہ واحبہ وجمیع احوال العباد من الحرکۃ والسکون کسبہم علی الحقیقۃ والله تعالیٰ خالقہا وھی کلہا بمشیتہ وعلمہ وقضائہ وقدرہ والطاعات کلہا ما کانت واجبۃ بامر الله تعالیٰ وبمحبتہ وبرضائہ وعلمہ وبقدرہ وقضائہ والمعاصی کلہا واقعۃ بعلمہ وقضائہ وتقدیرہ ومشیتہ لا بمحبتہ ولا برضائہ ولا بامرہ والانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کلہم منزہون عن الصغائر والکبائر والکفر وقد کانت منہم زلات وخطایا ومحمد صلی الله علیہ وسلم حبیبہ وعبدہ ورسولہ ونبیہ وصفیہ ونقیہ لم یعبد الصنم ولم یشرک بالله طرفۃ عین قط ولم یرتکب صغیرۃ ولا کبیرۃ قط وافضل الناس بعد رسول الله صلی الله علیہ وسلم ابوبکر الصدیق ثم عمر بن الخطاب الفاروق ثم عثمان بن عفان ذو النورین ثم علی بن ابی طالب رضی الله عنہم عابدین علی الحق مع الحق نتولاہم جمیعا ولا نذکر احدا من اصحاب رسول الله علیہم الصلوٰۃ والسلام الا بخیر ولا نکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرۃ اذا لم یستحلہا ولا یزیل عنہم اسم الایمان ونسمیہ مومنا حقیقۃ ویجوز ان یکون مؤمنا فاسقا غیر

﴿ من شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من ربه ﴾

كتاب

﴿ شرح الفقه الاكبر ﴾

المتن المنسوب الى الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي والشرح للامام المتكلمين ومصحح عقائد المسلمين علم الهدى ورئيس اهل السنة ابي منصور محمد بن محمد بن محمود الحنفي الماتريدي السمرقندي صاحب التصانيف الجليلة المتوفى سنة اثنتين او ثلاث وثلاثين وثلاثمائة تفقه على ابي بكر احمد الجوزجاني عن ابي سليمان الجوزجاني عن محمد رحمه الله جمع فيه بين الكلام والشريعة واتقن المسائل واوضحها غاية الايضاح تغمده الله بالرحمة والرضوان

طبع بمطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند
بحيدر آباد الدكن عمرها الله الى اقصى الزمن
في شهر ذي الحجة الحرام سنة (١٣٢١) هجرية
مكتبة العجائب لزاخر العلوم
کانسی روڈ کوئٹہ
موبائل: 0304-8143100

والاضلال صفة الرب تعالى والضلال صفة العبد والرب بجميع صفاته خالق
لم يزل لم يلد ولم يولد ولم يحدث له صفة على ما يناه والعبد بجميع صفاته
مخلوق ٭ ثم الانس والجن غير معصومين الا الرسل والانبياء صلوات الله عليهم
اجمعين فانهم معصومون عن الكبائر فانهم لو لم يكونوا معصومين عنها لم يكفوا
عن الكذب والكاذب لا يصلح للرسالة وغير معصومين عن الصغائر لان الله
تعالى اثبت لهم مقام الشفاعة فلو عصموا عن الصغائر لوقع الضعف في مقام
الشفاعة لان من لم يبتل ببلية لم يرق على المبتلى فهذا هو الحكمة في زوال
العصمة عن الانبياء في الصغائر وبعض اصحابنا لم يلفظ الصغائر وانما سموها
الزلل ولا فرق بين اللفظين في الحقيقة ٭ قالت المعتزلة الانبياء معصومون عن
الكبائر والصغائر لانهم لا يرون الشفاعة مع الرسل وهم الذين اوحى الله اليهم
بجبريل عليه السلام والانبياء هم الذين لم يوح اليهم بجبريل وانما اوحى اليهم
بملك آخر او اري في المنام او بشيء آخر من الالهام ثم الرسل من له درجة الرسالة
والنبوة جميعاً غير انه لا يؤمر باستعمال ما ظهر له في درجة ما لم يوح جبريل
بذلك يكون ذلك زلة صغيرة كما فعل ذلك داود عليه السلام وهو تزوج
امرأة اوريا من غير انتظار الوحي بمجيء جبريل عليه السلام فكان ذلك زلة منه
كما قال تعالى وظن داود انما فتناه فاستغفر ربه وخر راكعا واناب ٭ والمصطفى
عليه السلام لما انتظر الوحي بجبريل في تزوج امرأة زيد زينب ولم يتزوج بما ظهر
في درجة النبوة نجا من الزلة قال تعالى في قصته فلما قضى زيد منها وطرا زوجناكها
فهذا هو الوجه في وقوع الانبياء في الزلل والصغائر وفيه وجها آخر وهو ان

تركوا

٭ اثبات عصمة الرسل والانبياء عن الكبائر دون الاصغائر ٭ الفرق بين الانبياء والرسل ٭

﴿٢٧﴾

تركوا الافضل ومالوا الى الفاضل اى المباح باجتهاد يكون ذلك زلة منهم كما ان آدم عليه السلام قال له ربه ولا تقربا هذه الشجرة ثم ان ابليس وسوس لهما وقاسمهما وناشدهما الله حتى نسي آدم من طريق الافضل وظن انه يحترم الله تعالى بقربان الشجرة فكان تاركا للافضل له ان يرعى الامر ولا يدخل في الاجتهاد كان ذلك زلة منه حتى قال جل جلاله وعصى آدم ربه فغوى وهذا من الله تعالى على وجه الزجر والتنبيه لا على وجه تحقيق الكبيرة والغواية فيه الا ترى ان آدم لما تاب مع حواء صلوات الله عليهما قالا ربنا ظلمنا انفسنا وقال الرب جلت قدرته فنسي ولم نجد له عزما فهذان الوجهان في وقوع الانبياء في الزلل والصغائر

﴿محمد صلى الله عليه وسلم افضل من آدم عليه السلام﴾

ثم اختلفوا في تفضيل آدم ومحمد قال بعضهم آدم افضل من محمد وقال بعضهم محمد افضل من آدم وهذا اصح من الاول فهذا الاختلاف فيما بين مشائخنا

﴿فضل المؤمنين على الملائكة﴾

واختلاف آخر بيننا وبين المعتزلة قالت المعتزلة الملائكة افضل من المؤمنين وقال اهل السنة والجماعة ان المؤمنين افضل من الملائكة لان المومنين ركب فيهم الهوى مع العقل والملائكة ركب فيهم العقل دون الهوى ولهذا يثاب المومنين على اعمالهم ولا ثواب لاعمال الملائكة وحسبت المعتزلة ان الفضل بالاعمال حتى قالت بتفضيل الملائكة على المؤمنين وليس كما حسبت بل الفضل بالتفضيل كما قال تعالى تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض اضاف التفضيل الى ذاته وهذا الاختلاف يرجع الى اختلافهم في تفويض الاعمال الى العباد ونفي خلق افعالهم وقد بينا ذلك

﴿تفضيل الصحابة واهل البيت بعضهم على بعض﴾

ثم بعد الانبياء والمرسلين ابوبكر وعمر رضي الله عنهما واختلفوا في عثمان وعلي رضي الله عنهما قال بعضهم عثمان

إشارات المرام من عبارات الإمام

شرح كتب الإمام الأعظم رضي الله تعالى عنه في العقيدة يعني الفقه الأكبر
والفقه الأبسط والوصية والعالم والمتعلم ورسالة أبي حنيفة

تأليف
العلامة القاضي كمال الدين أحمد البياضي الحنفي رحمه الله تعالى ١١ هـ

حقق نصوصه وعلق عليه وضبطه
الشيخ يوسف عبد الرزاق الشافعي رحمه الله
المدرس بكلية أصول الدين بالجامعة الأزهرية

مع كلمة عن المؤلف والمؤلف
للإمام الكوثري رحمه الله تعالى
وكيل المشيخة الإسلامية في دار الخلافة العثمانية سابقا

زمزم ببلشرز

وجوّز الشيعة إظهاره تقيّةً واحترازا عن إلقاء النفس فى المهلكة .

وردّ بأن أولى الأوقات بالتقية ابتداء الدعوة لضعف الداعى وشوكة المخالفة وكذا عن تعمد الكبائر بعد البعثة ، فعندنا سمعا وعند المعتزلة عقلا .

وجوّزه الحشوية لما سيأتى من شبه الوقوع ، وكذا عن الصغائر المنفرة لإخلالها بالدعوة إلى الاتباع .

ولهذا ذهب كثير من المعتزلة إلى نفى الكبائر قبل البعثة أيضا ، وبعض الشيعة إلى نفى الصغائر ولو سهوا .

والمذهب عندنا منع الكبائر بعد البعثة مطلقا ، والصغائر عمدا لاسهوًا لكن لايصرون ولا يُقَرُّون ، بل ينبهون فينتهون .

وذهب إمام الحرمين منا وأبو هاشم من المعتزلة إلى تجويز الصغائر عمداً كما فى شرح المقاصد وغيره .

وتمسك الجمهور بوجوه لاتخلو عن مقال كما فى المواقف ولذا لم يتعرض لها الإمام .

وأشار إلى إثبات عصمة نبينا عليه الصلاة والسلام عن الخصوص والاستدلال عليها بوجه يثبت عصمة الجميع لعدم الفاصل ؛ فقال فيه : (وقال فى الفقه الأكبر : وقد كانت منهم) أى من الأنبياء عليهم السلام (زلات) أى صغائر صادرة عن سهو أونسيان فى زمن النبوة بمقتضى البشرية .

وإليه أشار بإطلاق الزلة فلم يوجد القصد فيها إلى عينها بل إلى أصل الفعل؛ فإنها مجاز مأخوذ من زل فى الطين إذا لم يقصد الوقوع ولا الثبات بعده كما فى الأصول .

وفسره بعطف قوله : (وخطايا) إشارة إلى نفى الصغائر المنفرة ، كالتطفيف بحبة لصدورها بالقصد .

والخطيئة مالا تكون عن قصد إلى فعلها كما فى المفردات ، وفيه إشارات :

الأولى : ثبوتها بالنصوص ، وإليه أشار بقوله : « وقد كانت » .

منها قوله تعالى : « فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا[1] » . وقوله عليه الصلاة والسلام :

(١) سورة طه آية : ١١٥

« إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي » .

رواه البخارى ومسلم وأبوداود والنسائى رحمهم الله تعالى .

وظاهره أنه يورد عليه النسيان فيتصف به إلا أنه لا يُقَرُّ عليه فيما هو أمر دينى بل ينبه كما فى المسايرة .

الثانية : أن تخصيصها بزمن النبوة كما دل الصفة إشارة إلى أن مانص عليه فى غير الزلات لم يصدر فى زمن النبوة فهو محمول على ما قبل النبوة نحو قوله تعالى : « فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ[1] » فإن كون ذلك قبل البعثة كما فى المواقف .

الثالثة : الرد على من نفى الصغائر سهواً كبعض الشيعة .

الرابعة : الرد على من نفى الكبائر قبل البعثة ككثير من المعتزلة و بعض المحدثين لثبوتهما بالنصوص، وإليه أشار بتعليق الحكم على الموصوف بصفة هى حقيقة فى الحال .

الخامسة : الرد على من نفى الزلة أيضا مطلقا ذهابا إلى أن الواقع اختيار الفاضل وترك الأفضل لعدم جريانه فى جميع موارده .

وإليه أشار بقوله : وقد كانت منهم زلات (ومحمد صلى الله تعالى عليه وسلم حبيبه) أى حبيبه المكرّم عنده .

وأصل المحبة الميل إلى ما يوافق المحب ، وهو عليه تعالى محال ، فمحبته له عصمته وتوفيقه وتهيئة أسباب القرب و إفاضة رحمته عليه كما فى الشفاء .

وفيه إشارة إلى قوله عليه الصلاة والسلام : « أَنَا حَبِيبُ اللهِ وَلاَ فَخْرَ ، وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ فَخْرَ » رواه الترمذى والدارمى والبيهقى (ورسوله) أى المرسل منه بشريعة مجددة إلى جميع الإنس والجن كما دل الإطلاق فى المقام .

ففيه إشارة إلى عموم رسالته من أصل بعثته ، ولا يختص بعصر بخلاف بعثة آدم ونوح على نبينا وعليهم الصلاة والسلام كما فى فتح البارى (ونبيه) أى المخبر عنه المأمور بالإبلاغ والإنذار ، وفى المقام إشارات إلى مسائل :

---

(١) سورة القصص آية : ١٥ .

دونا: ایها الساری هذا النبراس یرشدك الی المکامن الخفیة من شرح العقائد النسفیة

نحمد الله علی طبع کتاب فیه نور وهدی للناس

هو للدین کالاساس ولوزن الحق کالقسطاس



باهتمام المولوی محمد سراج عفا الله تعالی عنه

فی المطبع الهاشمی الواقع فی بلدة الميرته

عصمتهم عن سائر الذنوب اي سوى الكذب في التبليغ تفصيل وهو انهم معصومون
عن الكفر قبل الوحي وبعده بالاجماع قال عياض تضافرت الاخبار عليه و
في كل فرد واستدل بعضهم بانه يوجب نفرة الكفار عليهم وكذا عن تعمد الكبائر اي بعد
بها غير الكفر عند الجمهور وهم ماسوى الحشوية خلافا للحشوية بفتح الحاء وسكون الشين
من المبتدعة وفي وجه تسميتهم خلاف وقيل لانهم مجسمة والجسم محشو اي مملو وقيل نسبوا الى
وهو الجانب لانهم كانوا يجلسون في مجلس الحسن البصري فانكر كلامهم فقال ردوا هؤلاء الى
اي جانبها وقيل لانهم يعتمدون الرواية بلا تحقيق والحشو فضول الكلام وقيل نسبوا الى
قرية خراسان والاظهر ان الخلاف في امتناعه بدليل السمع وهو مذهب جمهور الاشاعرة
العصمة عما سوى الكذب في التبليغ لا تعرف بالعقل لان المعجزة انما تدل على تصديقه
في التبليغ وحده بل انما تعرف بالنصوص والاجماع قبل ظهور المخالفين وهو مختار القاضي
او العقل او هو مذهب بعض الاشاعرة وجمهور المعتزلة مستدلين بان ظهور الكبيرة ينفر
وهذا ينافي حكمة الارسال وهو مختار الاستاذ ابي اسحق واورد عليه ان التنفير في الظهور لا في
والصدور لا يستلزم الظهور واما صدور الكبيرة بعد النبوة سهوا وكذا على سبيل الخطاء في
فجوزه الاكثرون وفي شرح المواقف والمقاصد المختار خلافه وحكى القاضي عياض
على العصمة عن الكبائر مطلقة عمدا او سهوا واما الصغائر بعد النبوة فجوز عمدا عند الجمهور
امام الحرمين والجبائي واتباعه من المعتزلة وقد تبع الشارح ههنا صاحب المواقف في تجويز
منع الصغيرة عمدا مختار مذاهب الاشاعرة كما في شرح المواقف وهو مختار الشارح في
وشرح المقاصد والجبائية قالوا لا يصدر الصغيرة الا على سبيل سهوا وخطاء في الاجتهاد
جمع من المعتزلة كالجاحظ والنظام يجوز صدور الصغيرة عمدا بشرط ان ينبهوا عليها فينتهوا
وتجوز الصغائر سهوا بالاتفاق هذا مذهب

٤٥٢

اي اتفاق على المتقدمين لقائلين بالمنع

فقیر فضل احمد چشتی عفی عنہ

فقیر محمد سعد الدین چشتی

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ

فواتح الرحموت

المعروف بحر العلوم

بشرح مسلم الثبوت في اصول الفقه للامام المحقق الشيخ محب الله بن عبد الشكور رحمهما الله تعالى

للعلامة عبد العلي محمد بن نظام الدين الانصاري

— : الجزء الاول : —

المستصفى

من علم الاصول للامام حجة الاسلام ابي حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالي رحمهم الله

تنبيه : قد وضعنا المستصفى في صدر الصحيفة ثم اتبعناه فواتح الرحموت وفصلنا بينهما بجدول فليعلم

بفیضان

زینة المعقول بحر الفروع والاصول حضرت العلامہ مولانا محمد منظور احمد صاحب مدظلہ

مدرس مدرسہ جامعہ شمس المدارس نواں جنڈانوالہ ضلع میانوالی

باهتمام

مولوی غلام حسین ◉ حافظ محمد صادق

مكتبة التراث الاسلامية

جامع مسجد کھجور والی ○ نزد نیو سبزی منڈی، ملتان

يجوز أن يكون نفيا و يجوز أن يكون اثباتا والتنفي كانتفاء الضمان والتكليف والانتفاء أيضا يجوز أن يكون علة فلذلك أدرجنا الجميع في الحد ودليل صحة هذا الحد اطراده وانعكاسه أما قول من قال في حد القياس أنه الدليل الموصل الى الحق أو العلم الواقع بالمعلوم عن نظر أو ردّ غائب الى الشاهد فبعض هذا أعم من القياس وبعضه أخص ولا حاجة الى الاطناب في ابطاله وأبعد منه الملاق الفلاسفة اسمه على تركيب مقدمتين يحصل منهما نتيجة كقول القائل كل مسكر حرام وكل نبيذ مسكر فيلزم منه أن كل نبيذ حرام فان لزوم هذه النتيجة من المقدمتين لا ننكر ولكن القياس يستدعي أمرين يضاف أحدهما الى الآخر نوع من المساواة اذ تقول العرب لا يقاس فلان الى فلان في عقله ونسبه وفلان يقاس الى فلان فهو عبارة عن معنى اضافي بين شيئين وقال بعض الفقهاء القياس هو الاجتهاد وهو خطأ لأن الاجتهاد أعم من القياس لأنه قد يكون بالنظر في العمومات ودقائق الألفاظ وسائر طرق الأدلة سوى القياس ثم أنه لا ينبئ في عرف العلماء الا عن بذل المجتهد وسعه في طلب الحكم ولا يطلق الا على من يجهد نفسه ويستفرغ الوسع فمن حمل خردلة لا يقال اجتهد ولا ينبئ هذا عن خصوص معنى القياس بل عن الجهد الذي هو حال القياس فقط

ويدعون أن فتواهم كقول الأنبياء في وجوب الاتباع وكونه من الله تعالى ونسبتهم الى رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه وسلم كنسبة الأنبياء العاملين بالتوراة الى موسى عليه السلام ولعلهم لا يجوزون انتساخ أحكام هذه الشريعة بقولهم وعندنا العصمة بهذا الوجه مختصة بالأنبياء فهم المخبرون بالوحي وما يستقرون عليه وأهل البيت كسائر المجتهدين يجوز عليهم الخطأ في اجتهادهم وهم مصيبون ومخطئون وكذا يجوز عليهم الزلة وهي وقوعهم في أمر غير مناسب لرتبتهم من غير قصد كما وقع من سيدة النساء رضي الله تعالى عنها من هجر تيما خليفة رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه وسلم حين منعها فدك من جهة الميراث ولا ننسبه ثم أهل البيت الذين اختلف في عصمتهم أمير المؤمنين علي وسيدة النساء فاطمة الزهراء وسيدا شباب أهل الجنة أبو محمد الحسن وأبو عبد الله الحسين ويدعون أيضا عصمة بعض أولادهم وهم الامام زين العابدين علي ابن سيدنا الحسين والامام أبو جعفر محمد الباقر والامام جعفر بن محمد الصادق والامام موسى بن جعفر الكاظم والامام علي بن موسى الرضا والامام محمد الجواد والامام علي بن محمد العسكري والامام الحسن بن علي العسكري رضوان الله تعالى عليهم لنا ما تواتر عن الصحابة والتابعين من أنهم كانوا مجتهدين و يفتون بخلاف ما أفتى به أهل البيت ولم ينكر ولم يعب أحد على أحد بل لم يخطأ أحد من مخالفة أهل البيت في الحكم ولم يقل أحد بفساد اجتهاد من قال بخلافه وهذا يفيد علما ضروريا بأن كل واحد من الأئمة قبل القائلين بالعصمة أيضا من الصحابة ومن بعدهم كانوا عالمين بعدم العصمة عن الخطأ الاجتهادي و يفيد أيضا علما ضروريا بأن أهل البيت أيضا كانوا عالمين بعدم عصمة أنفسهم من هذا الخطأ الاجتهادي ألم تر كيف رد ابن مسعود قول أمير المؤمنين علي في عدة الحامل المتوفى عنها زوجها وقال نزلت سورة النساء القصرى بعد أولات الاحمال بعد قوله تعالى والذين يتوفون منكم الى آخر الآية وكيف رد عبيدة قوله في بيع أمهات الأولاد وكيف رد شريح قوله بقبول شهادة الابن الى غير ذلك من الوقائع التي لا تحصى ولم ينكر أمير المؤمنين علي عليهم فقد بان أن الاجماع القطعي الداخل فيه أهل البيت حاكم بأن لا عصمة في أهل البيت بمعنى عدم جواز الخطأ الاجتهادي منهم فاحفظه ولنا أيضا قوله تعالى فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول وأهل البيت أيضا داخلون في الخطاب فقد فرض عليهم حين التنازع اذا احتملوا رده الى الكتاب والسنة ولم يجب على منازع أهل البيت في الاحكام شيء وأيضا لم يقل وأهل بيته فافهم • والشيعة ههنا شبهة طويلة احتفظ كورنا في علم الكلام وأقواها النص بقوله تعالى انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت و يطهركم تطهيرا وما أراده الله تعالى لا بد من وقوعه فوجب التطهير وذهاب الرجس والخطأ قلنا أولا لا نسلم أن الآية مختصة فيما بين المذكورين بل هو نازل في الازواج المطهرات كما صح عن ابن عباس وان كان متناولا لغيرهن أيضا كما هو المختار أو هو نازل فيمن حرمت عليهم الصدقات كما عليه زيد بن أرقم فلو دل على العصمة لزم عصمة هؤلاء أيضا وهو خلاف مذهبهم قيل ان المراد بالآية أمير المؤمنين علي وسيدة النساء وسيدا شباب أهل الجنة الأربعة فقط لا غير لما روى الترمذي عن عمرو بن أبي سلمة قال نزلت هذه الآية على النبي صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه وسلم انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل

تعليق القلائد

على

منظومة العقائد

تأليف
الإمام أحمد بن محمد مكي الحموي
المتوفى سنة (١٠٩٨هـ)

تحقيق
محمد صلاح تقوى



دار الفتح
للدراسات والنشر

وحاصلُ الكلامِ في هذا المقامِ أنَّ الأنبياءَ ـ عليهم السّلام ـ معصومونَ عن أنـواعِ الكُفرِ مُطْلقاً قبلَ البِعثةِ وبعدَها بالإجماعِ، وكذا عن سـائرِ الكبائرِ عمْداً باتّفـاقِ العلماءِ المُعتَبرين(١)، ومحلُّه بعد البعثة كما يشـير إليه تعبيرُه بالأنبياء، وأمّا سهواً فجُوِّزَ وقوعُها سَهواً منهم عندَ الأكثرين، كما في شرحِ العقائدِ(٢).

وأما الصّغائرُ فما كانَ منها دالّاً على خِسّـةٍ كَسَـرِقَةِ لُقمةٍ، فلا خِلافَ في عِصْمتهم مُطلقاً، وما لا يَدُلُّ على ذلك فالمُختارُ لجمهورِ أهلِ السّنّة عصمتُهم عن عمدِهِ، وأمّا سـهوُه فَنقل «ابن جماعة» أنَّ الأنبياءَ معصومونَ من الكبائرِ والصّغائرِ عَمْداً وسهواً، خِلافاً للحنفيّة في سَهوِ الصّغائرِ، انتهى(٣).

وهو مخالفٌ لما حَكَى فيهِ التفتازاني الاتّفاقَ(٤)، ولعلّه أرادَ بالاتفاق إجماعَ المتقدّمين أو جمهورَهم.

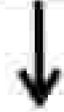
- استعراضُ أهمّ تلك الأقوال في قسمِ الدّراسة، ص ١٢٨ من هذا الكتاب. كما أنّ المصنّف ـ جزاه الله ـ خيراً قد أحسن تلخيصها، ويبدو من مُجمل الأقوال في المسألة أنّ الخلافَ الأكبرَ فيها إنّما هو في جوازِ وقوعِ الصّغائر من الأنبياء عليهم الصّلاة والسلام؛ فأمّا وقوعها منهم عمداً، فقد نقلَ بعضُهم جوازَه عن الجمهور، باستثناءِ ما يدلُّ على الخِسّة منها، وأمّا وقوعها منهم سهواً، فقد اشتدّ الخلافُ فيه؛ فأجازَهُ الأكثرون، ومنعهُ كثيرٌ من العلماء. ينظر: «تفسير القرطبي» ١/ ٣٠٨، «أبكار الأفكار» للآمدي ٤/ ١٤٥ وما بعدها.

(١) في «شرح العقائد» ص٨٩: «كذا عن تعمُّد الكبائرِ عندَ الجمهور. خلافاً للحشويّة».

(٢) المصدر السابق.

(٣) في «درج المعالي» ص٩١: «خلافاً للماتريديّة»، وفي المرجع المذكور تفصيلٌ جيدٌ للمحقق فلينظر.

(٤) خالف التفتازانيُّ العلماءَ المذكورين ـ ابن جماعة والأسفراييني والشهرستاني والسّبكي... ـ في أمرين؛ هما وقوعُ كلٍّ من الكبائر والصّغائر من الأنبياءِ سَهواً، حيث نَقلَ جواز الأوّل عن الجمهورِ، وجوازَ الثّاني عن اتّفاق العلماء... وكِلا المسألتين خالفَ فيها العلماءُ المذكورون آنفاً... والله أعلم. ينظر: «الحواشي البهيّة» ١/ ١٩١.



... فلا ينافيهِ المنقولُ عن الأستاذ «أبي إسحاقَ الأسفرايينيِّ»(١)، و«أبي الفتحِ الشهرستانيِّ»(٢)، والقاضي «عياض»(٣)، أنّهم معصومونَ عن الكبائرِ والصّغائرِ عمداً وسهواً، واختارَه تاج الدّين السّبكي(٤).

قال بعضُ الفضلاء: ولا يبعدُ أن يكونَ المُرادُ بالاتّفاقِ هو التّجويزُ، وموردُ الخلافِ هو الوقوعُ.

* * *

(١) ينظر ترجمته: ص ٦١ من هذا الكتاب.

(٢) ينظر ترجمته: ص ٤٨ من هذا الكتاب.

(٣) ينظر ترجمته: ص ٧١ من هذا الكتاب.

(٤) ينظر ترجمته: ص ٥٩ من هذا الكتاب.



شرح العقائد النسفية

للعلامة سعد الدين التفتازاني مع الحواشي القديمة والجديدة المفيدة

وبذيله

متن عجيب وشرح غريب كلاهما للشيخ النقي مولانا شاه عبد العزيز الدهلوي الموسوم بشرح

ميزان العقائد

وفي آخره

احسن الفوائد في تخريج احاديث شرح العقائد

من تاليف الفاضل الجليل مولانا وحيد الزمان رحمه الله تعالى

قديمي كتب خانه آرام باغ كراچی

على تقدير اشتماله على جميع الشرائط المذكورة في اصول الفقه لا يفيد الا الظن ولا عبرة بالظن في باب الاعتقاديات خصوصا اذا اشتمل على اختلاف رواية وكان القول بموجبه مما يفضي الى مخالفة ظاهر الكتاب وهو ان بعض الانبياء لم يذكر للنبي عليه السلام ويحتمل مخالفة الواقع وهو عد النبي من غير الانبياء او غير النبي من الانبياء بناء على ان اسم العدد اسم خاص في مدلوله لا يحتمل الزيادة والنقصان وكلهم كانوا مخبرين مبلغين عن الله تعالى لان هذا معنى النبوة والرسالة صادقين ناصحين للخلق لئلا تبطل فائدة البعثة والرسالة وفي هذا اشارة الى ان الانبياء معصومون عن الكذب خصوصا فيما يتعلق بامر الشرائع وتبليغ الاحكام وارشاد الامة اما عمدا فبالاجماع واما سهوا فعند الاكثرين وفي عصمتهم عن سائر الذنوب تفصيل وهو انهم معصومون عن الكفر قبل الوحي وبعده بالاجماع وكذا عن تعمد الكبائر عند الجمهور خلافا للحشوية وانما الخلاف في ان امتناعه بدليل السمع او العقل واما سهوا فجوزه

---

١ قوله جميع الشرائط اي شرائط الراوي العقل والضبط والعدالة والاسلام ١٢ ابو سعاد ٢ قوله المذكورة في اصول الفقه وهي ثمانية الاربعة في المخبر وهي العقل والضبط والعدالة والاسلام واربعة في نفس الخبر وهي ان لا يكون مخالفا للكتاب والسنة والثانية عدم الطعن والثالث ان لا يكون في حادثة يعم بها البلوى والرابع ان لا يكون متروك المحاجة ١٢ م ٣ قوله لان هذا معنى النبوة والرسالة الخ وصف المصنف الانبياء باوصاف اربعة وجعل الشارح الاثنين معنى النبوة والرسالة والاخيرين من مقتضياتهما والظاهر ان الاربعة مقتضياتهما اذ النبوة بمقتضى تعريف الرسول كون الانسان مبعوثا للتبليغ الاحكام لا نفس التبليغ والاخبار فالتبليغ ايضا مما يبطل فائدة البعثة والرسالة ١٢ عصام الدين ٤ قوله معصومون الخ فان قيل في قوله تعالى لقد تاب الله على النبي اشارة الى انه يجوز صدور الذنب عن النبي عليه السلام اذ التوبة انما يكون بعد الذنب قلت المراد التوبة عن الزلة او عن الذنب الذي كان قبل الوحي او ترك الاولى والافضل ١٢ حاشية قصيدة الامين.

٥ قوله فبالاجماع الاجماع على تعمدهم الكذب مقيد بما يتعلق بالرسالة وما يبلغونه عن الله على ما ذكر في المواقف ١٢.

٦ قوله عن سائر الذنوب الخ يعني بما سوى الكذب في التبليغ ١٢ خيالي.

٧ قوله بالاجماع الخ اذ لو جاز لبطل دلالة المعجزة وهو محال ١٢ خيالي.

٨ قوله خلافا للحشوية وهم يجوزون عليهم الاقدام على الكبائر [illegible]

٩ قوله بدليل السمع الخ فالمحققون من الاشاعرة على ان كل ذلك من السمع والاجماع والمعتزلة على انه يمتنع عقلا لانه يؤدي الى النفرة وعدم الاقتداء فلا يكون البعثة [illegible] بان جواز الصدور يستلزم جواز الظهور بالضرورة العادية ولازم الفاسد فاسد ١٢ ابو سعاد.

١٠ قوله او العقل قالت المعتزلة بناء على اصلهم في وجوب رعاية الاصلح ١٢

الاكثرون اما الصغائر فيجوز عمدا عند الجمهور خلافا للجبائي واتباعه ويجوز سهوا بالاتفاق الا ما يدل على الخسة كسرقة لقمة والتطفيف بحبة (كم كرنا ناپ تول میں ١٢) لكن المحققين اشترطوا ان ينبهوا عليه فينتهوا عنه هذا كله بعد الوحي واما قبله فلا دليل على امتناع صدور الكبيرة وذهبت المعتزلة الى امتناعها لانها توجب النفرة المانعة عن اتباعهم فتفوت مصلحة البعثة و الحق منع ما يوجب النفرة كعهر الامهات (اى الزنا بالامهات ١٢) والفجور والصغائر الدالة على الخسة ومنعت الشيعة صدور الصغيرة والكبيرة قبل الوحي وبعده لكنهم جوزوا اظهار الكفر تقية اذا تقرر هذا فما نقل عن الانبياء عليهم السلام مما يشعر بكذب او معصية فما كان منقولا بطريق الاحاد فمردود (لانه لا يفيد اليقين ١٢) وما كان بطريق التواتر فمصروف عن ظاهره ان امكن والا فمحمول على ترك الاولى او كونه قبل البعثة وتفصيل ذلك في الكتب المبسوطة وافضل الانبياء محمد عليه السلام لقوله تعالى كنتم خير امة اخرجت الآية ولا شك ان خيرية الامة بحسب

---

١ قوله للجبائي الخ الظاهر ان الجمهور هٰهنا يشمل الاشاعرة ايضا بقرينة ذكر الجبائي فقط في المقابلة ومذهب الاشاعرة ان الانبياء معصومون عن الكبائر مطلقا اى عمدا وسهوا وعن الصغائر عمدا كما صرح به في شرح المواقف فلا يتم قوله اما الصغائر فيجوز عمدا عند الجمهور الشامل الاشاعرة فتامل ١٢ محمود

٢ قوله فلا دليل الخ اذ لا دلالة للمعجزة عليه اى على امتناع الكبيرة قبل البعثة ولا حكم للعقل بامتناعها ولا دلالة سمعية عليه ايضا ١٢ شرح مواقف۔

٣ قوله على امتناع الخ نعم علمنا اصحابنا فالجمهور منهم يجوز صدور الكبيرة نادرا ثم يتنبهوا لهم الى الاسلام والسداد بحيث يعتقد الى توبتهم ثم يحشرون بعض عليه ابن فورك ١٢ كفاية۔

٤ قوله والحق الخ هذا نقض على المعتزلة بان دليلهم جار فيما يجب النفرة في الصغائر ايضا مع انهم معترفون بجواز صدور الصغائر منهم عمدا قبل البعثة ولو مشركين الصغيرة الصادرة قبل البعثة فيما يوجب النفرة كان قوله الحق تحقيقا للمقام فافهم ١٢ محمود

٥ قوله ما يوجب النفرة اى نفرة الطباع عن متابعتهم مطلقا اى سواء لم يكن ذنبا لهم او كان ١٢۔

٦ قوله الشيعة اى طائفة من الروافض وهم يقولون ان عليا ولى رسول الله ووليه من بعده والجماعة يقولون الولاء بعد النبي صلى الله عليه وسلم لابي بكر وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وعلى بن ابي طالب رضى الله عنهم ١٢۔

٧ قوله تقية اى خوفا لان اظهار الاسلام حينئذ القاء النفس في التهلكة ورد بانه يفضي الى اخفاء الدعوة بالكلية وايضا منقوض بدعوة ابراهيم وموسى عليهما السلام في زمن نمرود وفرعون مع شدة خوف الهلاك ١٢ خيالى۔

٨ قوله بطريق الاحاد ما لم يبلغ حد الشهرة الا فمردود ولان نسبة الخطاء الى الرواة اهون من نسبة المعاصي الى الانبياء ١٢۔

٩ قوله فمصروف الخ يريد انه ان كان له محمل آخر لا يلزم منه نسبة الذنب الى الانبياء يحمل عليه وان كان خلاف الظاهر جمعا بين الادلة والا فيحمل على ترك الاولى وعلى الصغيرة سهوا او عمدا ١٢ ابو سعد۔

١٠ قوله محمد الخ واختلفوا في ان الافضل بعده من هو قيل آدم لكونه ابا البشر وقيل نوح عليه السلام لكثرة عبادته ومجاهدته وقيل ابراهيم عليه السلام لزيادة توكله وقيل موسى عليه السلام لكونه كليم الله تعالى ونجيه وقيل عيسى عليه السلام لكونه روح الله وصفيه ١٢ شرح مقاصد۔

١١ قوله ولا شك ان خيرية الخ يريد انه اضاف الخيرية الى الامة فيكون المراد خيريتهم من حيث انهم امة اى ذو ملة ودين خلاف الامة في الاصل الدين قال الله تعالى كنتم خير امة الخ ... ان خيرية الامة يجوز ان يكون لاجل الكمال في الدين بل بوجه آخر ١٢ ابو سعد

حاشية الصاوي

على

تفسير الجلالين

مذيلاً

بلباب النقول في أسباب النزول للسيوطي

طبعة جديدة منقحة

الجزء الأول

قدم له وأشرف على تصحيحه

صدقي محمد جميل

دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

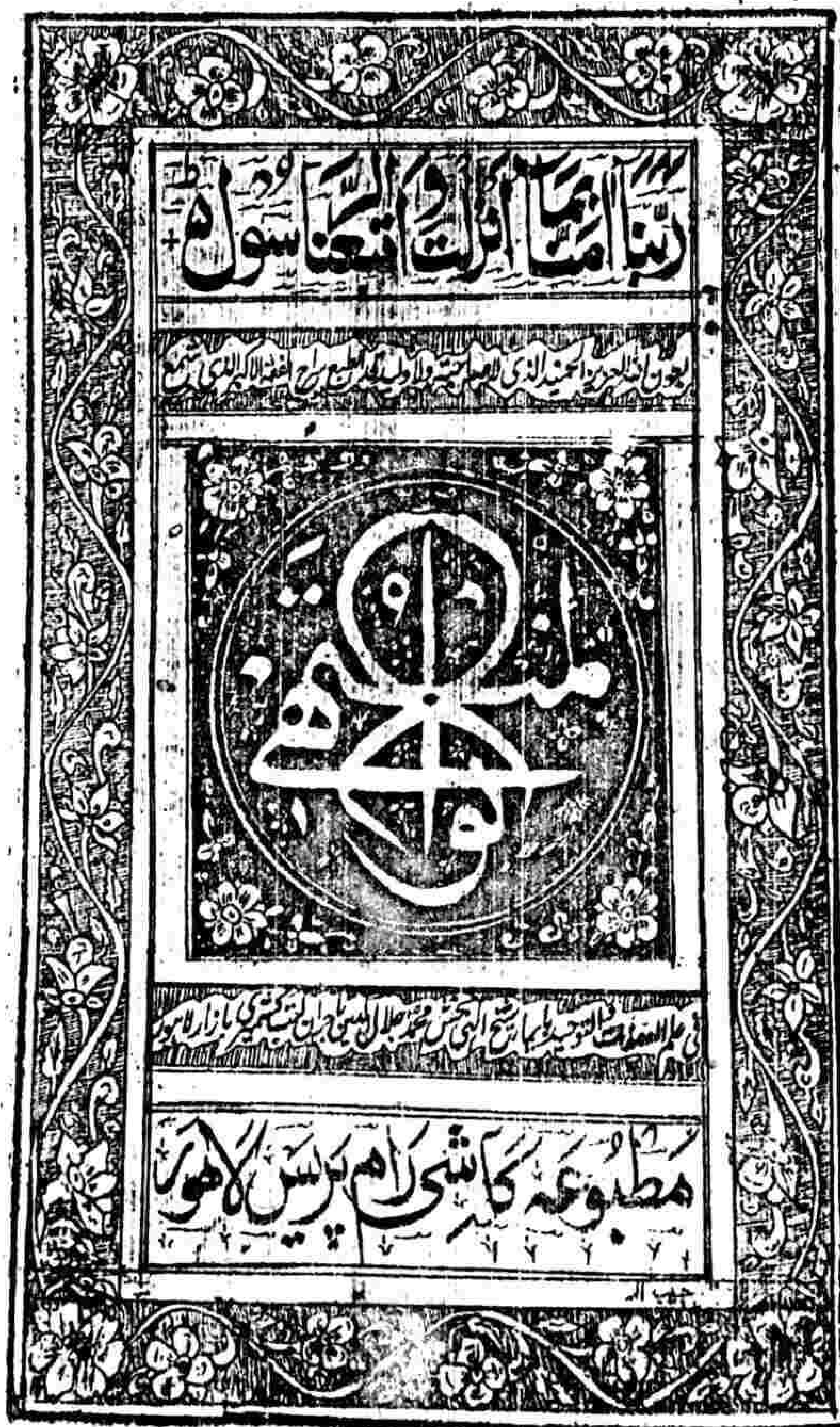
خلقها من ضلعه الأيسر ﴿الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا﴾: أكلاً ﴿رَغَداً﴾: واسعاً لا حجر فيه ﴿حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ﴾: بالأكل منها وهي الحنطة أو الكرم أو غيرهما ﴿فَتَكُونَا﴾: فتصيرا ﴿مِنَ الظَّالِمِينَ﴾[٣٥]: العاصين ﴿فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ﴾: إبليس أذهبهما وفي قراءة فأزالهما نحاهما ﴿عَنْهَا﴾: أي الجنة بأن قال لهما هل أدلكما

قوله: ﴿وقلنا يا آدم﴾ هذه الجملة معطوفة على جملة ﴿وإذ قلنا للملائكة﴾ من عطف قصة على قصة وإنما عطفت عليها لوقوعها بعدها، فانه بعد أمر الملائكة بالسجود لآدم، وامتناع إبليس منه، أمر آدم بسكنى الجنة. قوله: [ليعطف عليه] ﴿وزوجك﴾ إن قلت إن فعل الأمر يعمل في الظاهر والمعطوف على الفاعل فاعل فيقتضي عمله في الظاهر، أجيب بأنه يغتفر في التابع ما لا يغتفر في المتبوع، وفصل بالضمير المنفصل لقول ابن مالك:

وان على ضمير رفع متصل عطفت فافصل بالضمير المنفصل

قوله: [وكان خلقها] أي الله وقوله [من ضلعه] أي آدم فلذلك كان كل ذكر ناقصاً ضلعاً من الجانب الايسر، فجهة اليمين ثمانية عشر، واليسار سبعة عشر، وقد خلقت بعد دخوله الجنة نام فلما استيقظ وجدها فأراد أن يمد يده اليها فقالت له الملائكة مه يا آدم حتى تؤدي مهرها، فقال وما مهرها فقالوا ثلاث صلوات أو عشرون صلاة على سيدنا محمد ﷺ، ولا يقال إن شرط الصداق عود منفعته للزوجة، لأننا نقول ليس المقصود منه حقيقة المهر، وإنما هو ليظهر قدر محمد لآدم من أول قدم، إذ لولاه ما تمتع بزوجة، فهو الواسطة لكل واسطة حتى آدم، وقوله من ضلعه الايسر أي وهو القصير، ووضع الله مكانه لحما من غير أن يحس آدم بذلك، ولم يجد له ألما، ولو وجده لما عطف رجل على امرأة، والنون في قلنا للعظمة، وقوله: ﴿واسكن﴾ أي دم على السكنى، فانه كان ساكنا فيها قبل خلق حواء، واستشكل شيخ الإسلام هذه الآية بأنه أتى في هذه الآية بالواو في قوله: ﴿وكلا﴾ وفي آية الاعراف بالفاء، هل لذلك من حكمة أجاب بأن الأمر هنا في هذه الآية كان داخل الجنة، فلا ترتيب بين السكنى والاكل، وفي آية الاعراف كان خارجها، فحسن الترتيب بين السكنى والاكل ا هـ. والحق أن يقال: إن ذلك ظاهر ان دل دليل على اختلاف القصة ولم يوجد فالقصة واحدة، والأمر في الموضعين يحتمل أن يكون داخل الجنة أو خارجها، فعلى الأول معنى اسكن دم على السكنى، والفاء في آية الاعراف بمعنى الواو، وعلى الثاني معناه ادخل على سبيل السكنى، فتكون الواو بمعنى الفاء.

قوله: ﴿رغداً﴾ يقال رغد بالضم رغادة من باب ظرف، ورغد رغداً من باب تعب اتسع عيشه. قوله: ﴿حيث شئتما﴾ أي في أي مكان أردتماه. قوله: [أو غيرهما] قيل شجر التين أو البلح أو الأترج، والأقرب أنها الحنطة، وفي الحقيقة لا يعلمها إلا الله. قوله: ﴿فتكونا﴾ مسبب عن قوله ولا تقربا وتعبيره بعدم القرب منها كناية عن عدم الاكل، كقوله تعالى ﴿ولا تقربوا الزنا﴾ فالنهي عن القرب يستلزم النهي عن الفعل بالاولى. قوله: [العاصين] أي الذين تعدوا حدود الله. قوله: ﴿فأزلهما الشيطان﴾ أتى بالفاء إشارة إلى أن ذلك عقب السكنى، والشيطان مأخوذ من شاط بمعنى احترق لأنه محروق بالنار، أو من شطن بمعنى بعد لأنه بعيد عن رحمة الله، والزلل الزلق وهو العثرة في الطين مثلا فاطلق وأريد لازمه وهو الاذهاب. قوله: [وفي قراءة] أي سبعية لحمزة. قوله: [أي الجنة] ويحتمل أن الضمير عائد على الشجرة، وعن بمعنى الباء أي أوقعهما في الزلة بسبب أكل الشجرة. قوله: [بأن قال لهما] أي وهو خارج الجنة وهما داخلها لكن أتوا على بابها فقال لهما ذلك، ويحتمل أنه دخل الجنة على صورة دابة من دوابها وخزنتها غفلوا عنه، ويحتمل أنه دخلها في فم الحية، ويحتمل أنه وسوس في الأرض فوصلت وسوسته لهما، إن قلت إن ذلك ظاهر في حواء لعدم عصمتها وما الحكم في آدم، أجيب بأنه اجتهد فأخطأ فسمى الله خطأه معصية، فلم يقع منه صغيرة ولا كبيرة،



ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول

مطبوعہ کاشی رام پریس لاہور

ایضاً ان کل خطأ زلة ولیس کل زلة خطأ فیہ بما معلوم و
مصوما مطلقاً لان الزلة یکون بالخطأ وقد یکون بالنسیان
وقد یکون بالسہو وقد یکون بترک الاولی والافضل قال
الامام النسفی فی تفسیر اہل السنة قد یطلقون اسم
الزلة علی افعال الانبیاء علیہم السلام مما ہو من باب
ویقولون تعلق العصمة انہم ترکوا الافضل فعوتبوا
علیہ لان ترک الافضل منہم بمنزلة ترک الواجب من
الغیر قیل زلة الانبیاء علیہم السلام والاولیاء رحمہم اللہ
سبب القربة الی اللہ تعالیٰ قال ابو سلیمان الدارانی ما عمل داؤد
علیہ السلام عملا انفع من الخطیئة ما زال یہرب منہا الی
ربہ حتی وصل الیہ فالخطیئة سبب لقربہ الی اللہ تعالیٰ من
نفسہ ودنیاہ ومحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حبیبہ
ای حبیب اللہ تعالیٰ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

۳۴

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا تمشوا ببری
الی ذی سلطان لیقتلہ ولا تسحروا ولا تاکلوا الربوا ولا
تقذفوا محصنۃ ولا تولوا الفرار یوم الزحف وعلیکم
خاصۃ الیھود ان لا تعتدوا فی السبت فقبلا یدیہ و
رجلیہ وقالا نشھد انک نبی قال علیہ الصلوۃ والسلام
فما یمنعکم ان تتبعونی قالا ان داود علیہ السلام دعا ربہ
٣٢ ان لا یزال من ذریتہ نبی وانا نخاف ان تبعناک ان یقتلنا
الیھود والانبیاء علیھم السلام کلھم منزھون عن الصغائر
والکبائر والکفر والقبائح یعنی قبل النبوۃ وبعدھا وقد کانت
منھم زلات وخطایا مثال لزلات اکل آدم علیہ السلام من
الشجرۃ ومثال الخطایا قتل موسی علیہ السلام بلا قصد قوم
فرعون فانہ لم یقصد قتلہ اصلا بل قصد ضربہ بیدہ
لیدفعہ عن الاسرائیلی فوقع الضرب قصدا والقتل خطاء والقتل لیس

قد طبع بعون الله الكريم وبفضله العميم سنة العظيم

التوضيح والتلويح

مع

حاشية التوشيح

(معه اضافة حاشيتين نادرتين)

(۱) حاشية شيخ الاسلام

(۲) حاشية ملا خسرو

مير محمد كتب خانه آرام باغ كراچی

[illegible]

… الا ان يقال ان كان … [illegible] … من اهل الحجة … [illegible]

… [illegible] … **فصل** في افعاله عليه السلام [illegible]

… [illegible] … عليه السلام … من الصغائر … من غير قصد … [illegible]

… [illegible] … البعض … [illegible] … على ثلث الصفة … [illegible]

… [illegible] … ان يكون لنا الاتباع … [illegible]

… [illegible] … قال الله تعالى يا ابراهيم … [illegible]

… [illegible] … **فصل** في الوحي وهو ظاهر وباطن اما الظاهر فثلاثة الاول ما ثبت بلسان الملك فوقع في سمعه …

… القرآن من هذا القبيل والثاني ما وضح له باشارة الملك من غير بيان بالكلام كما قال عليه السلام ان روح القدس نفث

في روعي ان نفسا لن تموت حتى تستكمل رزقها فاتقوا الله واجملوا في الطلب … [illegible] … والثالث

ما تبدى لقلبه بلا شبهة بالهام الله تعالى بان اراه الله تعالى بنور من عنده كما قال الله تعالى لتحكم بين الناس بما اراك الله … [illegible]

… [illegible] … واما الباطن فما ينال بالرأي والاجتهاد … [illegible]

… [illegible] … بالرأي … [illegible]

… [illegible] … فاعتبروا يا اولي الابصار … داود وسليمان

عليهما السلام … [illegible]

… [illegible] … عليه السلام … [illegible]

… [illegible]

[illegible]

۲۹۱

☆ خلاف اولی کا حکم

بالاتفاق انبیاء علیہم السلام کے تینوں امور کے ساتھ اس کا تعلق درست ہے بلکہ واقع ہے۔لیکن یہاں یہ تنبیہ کرنا ضروری ہے کہ یہ جو خلاف اولی وخلاف افضل کہا گیا ہے تو یہ مقید ہے ان کے اپنے مقام رفیع حال بدیع کے ساتھ دوسروں کے مقام کی نسبت وہ کام خلاف اولی نہیں بلکہ دوسروں کے لئے اگر بالفرض وہی ثابت ہوتو ان کیلیے وہی اولی اور افضل ہوگا چنانچہ امام فتح اللہ البنانی کتاب تحفۃ الاصفیاء فی بیان معنی القول بعصمۃ الانبیاء کے صفحہ ۲۴ پر امام اجہوری مالکی سے نقل فرماتے ہیں۔

فیکون من قبیل خلاف الاولی بالنسبۃ الی مقامھم وان کان حسنۃ بالنسبۃ الی غیرھم وما تقدم من انھم منزھون عن خلاف الاولی محمول علی ما ھو خلاف الاولی فی حق غیرھم و اما ما ھنا فھو خلاف الاولی بالنسبۃ لمقامھم خاصۃ واما بالنسبۃ لغیرھم فھو مستحسن۔

اور اسی تحفۃ الاصفیاء میں ص ۳۶ پر ہے۔

یجب علینا فی حق الانبیاء و الرسل علیھم الصلاۃ والسلام ان نعتقد ان اللہ تبارک و تعالیٰ حفظ ظواھرھم و بواطنھم من الوقوع فی محرم او مکروہ او خلاف الاولی بل ولا فی مباح علی وجہ کونہ مکروھا او خلاف الاولی او مباحاً انتھی بقدر الحاجۃ۔

اور امام برھان الدین بقاعی تلمیذ امام عسقلانی النکت والفوائد علی شرح

العقائد مسئلہ عصمت انبیاء کے تحت شرح عقائد کے لفظ علی ترک الاولی کی شرح کرتے فرماتے ہیں۔

وترك الاولى انما هو بالنسبة الى مقاماتهم العالية بالمعنى الذى يقال: حسنات الابرار سيئات المقربين، لا بمعنى أنه أولى فى حد ذاته۔

☆ غفلت کا حکم

یہ ہے کہ اللہ تعالی کی یاد اور مشاہدہ سے غفلت تو ان کے لئے محال ہے اور اس سے وہ قطعاً معصوم ہیں (اگرچہ بعض کے کلام میں یہ واقع ہے بہر حال غلط ہے) لیکن کسی اعلی وارفع حال ومقام جیسے مشاہدۂ حق میں مصروف ومشغول ہونے کی وجہ سے کسی امر ذاتی یا دینی سے غفلت وذھول ہو جانا درست اور واقع ہے جیسا کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے۔

☆ نسیان اور سھو کا حکم

یہ ذاتی اور دنیاوی امور میں انبیاء علیھم السلام کو بعض اوقات لاحق ہوتے ہیں مگر بعض کے نزدیک انبیاء علیھم السلام ان سے بھی پاک ہوتے ہیں بعض نے اس قول کو صحیح قرار دیا اور دوسرے کو ضعیف مگر یہ قول دلائل ظاہری کے خلاف ہے

چنانچہ بخاری شریف حدیث ۴۰۱ میں ہے۔

ولكن انما انا بشر مثلكم انسى كما تنسون فاذا نسيت فذكرونى۔

اور حدیث مؤطا مالک

انه بلغه ان رسول الله ﷺ قال انی لانسی او انسی لاسن (باب العمل فی السهو)

کی کوئی سند نہیں جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر اور دیگر شارحین مؤطا اور حافظ نے فتح الباری میں تصریح فرمائی۔ لا اصل له

اور بعض نے برعکس کیا ہے لیکن تعلیق القلائد علی منظومة العقائد میں امام احمد حموی صاحب غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر متوفی ۱۰۹۸ھ صفحہ ۳۷۰ پر امام عزالدین ابن جماعة سے درج ذیل تحریر قولین فرمائی ہے

أن الانبیاء معصومون من الکبائر والصغائر عمداً و سهواً، خلافاً للحنفیة فی سهو الصغائر، (فی درج المعالی خلافا للما تریدیة)

امام حموی موصوف نے اس پر یہ حاشیہ چڑھایا ہے۔

وهو مخالف لما حکی فیه التفتا زانی الاتفاق، و لعله اراد بالاتفاق اجماع المتقدمین أو جمهورهم فلا ینا فیه المنقول عن الأستاذ أبی الاسحاق الأسفر ایینی و أبی الفتح الشهرستانی والقاضی عیاض أنهم معصومون عن الکبائر والصغائر عمداً و سهوا، واختار تاج الدین السبکی قال بعض الفضلاء: ولا یبعد ان یکون المراد بالاتفاق هو التجویز، ومورد الخلاف هو الوقوع (قال العبد راقم الحروف: هذا توفیق فی غایة الحسن)

لیکن خیال رہے امام ابن جماعة کا اس قول کو فقط حنفیہ ماتریدیہ کا قول قرار دینا ہرگز صحیح نہیں بلکہ یہ قول سلف صالحین وائمہ مجتہدین وغیرہم کا بھی ہے چنانچہ اس پر محقق کتاب درج المعالی نے حاشیہ پر خوب لکھا ہے۔

هذا خلاف الأكثر، هذا قول بعض متأخري الأشعرية، وأعجب منه ادعاء الاجماع على هذا كما زعمه الصاوى والباجورى وغيرهما، وقد قال القاضي عياض في الشفاء: وأما الصغائر فجوزها جماعة من السلف وغيرهم على الانبياء وهو منهب أبي جعفر الطبرى وغيره من الفقهاء والمحدثين والمتكلمين انتهى، قال القارى في شرح قوله من الفقهاء أى المجتهدين انتهى ،فأين الاجماع وأين الصدق في هذه الدعوى وقد قال السعد التفتازانى: وأما الصغائر فيجوز. أى يمكن وقوعها عقلا وشرعا ـ عمدا عند الجمهور انتهى، والامام تاج الدين السبكى رضى الله عنه خالف امامه الأشعرى لكنه لعلو مقامه بين أنه خالفه ولم يفعل ما فعلوا من ادعاء اجماع غير موجود تقريرا لما يميلون اليه، والغاء قول الامام الأشعرى امام ائمة المسلمين الذى تدين بقوله الأمة. فلا حول ولا قوة الا بالله، ومعلوم ان المسئلة فيها خلاف كبير ، اما ادعاء وجود الاجماع على النفى فاخفاء للشمس بالكف وهيهات

اور رہے امور دینیہ جن کا ابلاغ ان پاکوں کی تشریف آوری کا اصل مقصد ہے ان میں سھو ونسیان انبیاء علیھم السلام سے ہوسکتا ہے یا نہیں تو اس میں اختلاف ہے جس کو صاحب مسایرہ اور دیگر نے بیان فرمایا ہے کہ اس میں اھل سنت کے دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ پاک اور معصوم ہیں۔ دوسرا یہ کہ سھو ونسیان ہو سکتے ہیں۔ لیکن برقرار نہیں رکھے جاتے تنبیہ آجاتی ہے اور یہی قول ہمارے علمائے ماتریدیہ کا ہے۔

☆ عبث کا حکم

اس کے حرام ہونے کی وجہ سے انبیاء علیھم السلام یقیناً اس سے پاک ہوتے ہیں۔

☆ لھو ولعب کا حکم

وہ مخصوص لھو جن کا حدیث شریف میں استثنا آیا ہے جائز مقصد کیلئے بعض اوقات ممکن ہے جیسا کہ اماں عائشہ صدیقہ پاک کے ساتھ دوڑنا وغیرہ۔

☆ مزاح کا حکم

بعض اوقات کسی حکمت کے تحت مزاح فرماتے تھے لیکن مزاح باطل سے معصوم ہونا قطعی ہے جیسے مزاق میں جھوٹ (حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص سب کے سامنے ہے۔

فیصلہ: زلت خطا، خلاف اولی، غفلت از امر دینی یا دنیاوی اور سھو ونسیان اور لھو اور مزاح یعنی عبث اور گناہ کو ان لفظوں سے نکال کر سب کی نسبت کرنا انبیاء علیھم السلام کے افعال شریفہ کی طرف اھل سنت وجماعت کے جمھور ائمہ اکرام اور علمائے اسلام کے نزدیک مقام بیان میں صحیح ہے تو اھل بیت کی طرف خطائے اصطلاحی کی نسبت کرنا کیسے گستاخی یا کفر یا گناہ ہوسکتا ہے اور محتاج توبہ ہوسکتا ہے۔ لازماً یہ بات ہے کہ جن لوگوں نے ایسے جاہلانہ شور شرابے ڈالے ہوئے ہیں وہ عقیدۂ عصمت اھل بیت کی ضلالت اور فتنے میں ملوث ہیں۔

تنبیہ: سابقہ جتنے الفاظ کی فہرست مع الشرح پیش ہوئی ہے اوران میں سے جن کا استعمال جائز رکھا گیا ہے تو وہ مشروط ہے ضرورت بیان کے ساتھ اور وہ تین حالات میں (۱)۔نقل نص، (۲)۔تعلیم وتدریس، (۳)۔ردمخالفین ورنہ ہرگز جائز نہیں ہے لھٰذ اعوام الناس پر پرہیز ضروری ہے انبیاء علیھم السلام کے افعال کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ وہ صورتاً گناہ یازلت ہے یامکروہ ہے یا خلاف اولی ہے یا خطا سھو ،نسیان یا غفلت تو اس کا مطلب ہے کہ بنسبت ان کے مرتبہ اور مقام کے ورنہ دوسروں کی بنسبت انکی نیکیوں سے اور ذکر و یاد سے بھی افضل ہوتے ہیں یہی مطلب ہے جو بعض عارفین نے فرمایا کہ

لو کنت مکان آدم لا کلت الشجرۃ کلھا

اور حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں

یلیت لی سھو محمد ابداً



حضرت اعلی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تصفیہ مابین سنی وشیعہ کی عبارت پر تبصرہ

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امکان شی وقوع شی کو مستلزم نہیں ہوتا نہ زمانہ ماضی میں نہ حال نہ استقبال میں کیونکہ اگر زمانہ ماضی میں کسی پیش آنے والے واقعہ کے متعلق دو شخص اختلاف کریں ایک شخص کہے اس واقعہ کا واقع ہونا محال اور ناممکن ہے اور دوسرا کہے ممکن ہے تو دوسرے کی بات کا مطلب ہرگز یہ نہ ہوگا کہ وہ واقعہ وقوع پذیر ہوا ہے بلکہ اس کا مطلب ہوگا شخص مخالف کے دعوئ عدم امکان کی نقیض ثابت کر کے اس کے دعوے کا نقض اور ظاہر ہے کہ عدم امکان کی نقیض امکان ہے۔ اور وقوع ممکن خاص اور ممکن عام مقید بجانب الوجود کہ افراد میں سے ہے اور ظاہر ہے کہ عام خاص کو مستلزم نہیں ہوتا لھذا امکان وقوع سے جانبین کا جواز ہی ثابت ہوتا ہے ہمارے اس دعوی پر اگرچہ عقلی دلائل بہت ہیں۔ لیکن یہاں ایک نقلی دلیل پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں علمائے کلام کا اس مسئلے کی نقل میں اختلاف ہے۔ انبیاء علیھم السلام سے صغائر سھو ہوسکتے ہیں یا نہیں بعض نے اتفاق نقل کیا ہے اور بعض نے ماتریدیہ اور اشاعرہ کا اختلاف بتایا ہے تو بعض فضلاء نے دونوں نقلوں کے درمیان موافقت پیدا کرنے کیلئے یہ فرمایا کہ اتفاق سے مراد تجویز وامکان ہے اور محل خلاف وقوع ہے۔ چنانچہ تعلیق القلائد علی منظومۃ العقائد صفحہ ۲۷۱ پر ہے۔

قال بعض الفضلاء : ولا يبعد أن يكون المراد بالاتفاق هو التجويز ،ومورد الخلاف هو الوقوع

اور کسی پر یہ بات مخفی نہیں کہ انبیاء علیھم السلام کے سھو کا تعلق زمانہ ماضی کے

ساتھ ہے اس کے باوجود اگر تجویز مستلزم وقوع ہوتی تو علماء کا اختلاف چہ معنی دارد لھذا تاجدار گولڑہ کی متنازع فیہ دو عبارتیں اپنے ذاتی لحاظ سے وقوع خطا کو مستلزم نہیں بلکہ جواز وقوع خطا کو مستلزم ہیں اور وقوع خطا کو ان کا استلزام بالذات نہیں بالغیر ہے اور وہ غیر مختلف قرائن ہیں جو ان کی کلام میں پھیلے ہوئے ہیں۔

قرینہ نمبر ا: باغ فدک والے باب میں پہلے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمانا کہ آیت نمبر ۱۱ سورۂ نساء کے خطاب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ سیدہ خاتون سلام اللہ علیھا نے اسی آیت سے حکم توریث کو عام جانا اور مطالبہ فرمایا۔

قرینہ نمبر ۲: وہ آیات مبارکہ جن میں وراثت انبیاء کا ذکر ہے ان کو وراثت علمی پر محمول کرنا۔

قرینہ نمبر ۳: آپ کا یہ فرمانا (رہا یہ امر کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدۃ النساء کے مطالبہ کرنے پر کیوں یہ حق انھیں نہ دیا۔ سو اس میں غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حسب درخواست سیدۃ النساء انھیں اس مال کا دے دینا جائز اور مباح بھی ہوتا تو بھی اس کے نہ دینے پر شکایت نہ تھی۔ پھر لکھتے ہیں ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ بھی تعمیل درخواست نہ کرے تو محل شکایت نہ ہوگا چہ جائیکہ جب اس مال کا دے دینا شرعا ناجائز ہو بلکہ مؤخر صورت میں تو بجائے محل شکایت ہونے کے یہ قابل ستائش ہوگا کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی پابندی کی ہے) اور مخفی نہیں کہ سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیھا کا عمل شریف سرکا گولڑوی کی نظر میں وقوع خطا ہی پر مبنی ہوسکتا ہے۔

قرینہ نمبر ۴: آپ کا سیدنا صدیق اکبر کے متعلق یہ فرمانا کہ (اگر انہوں نے نہیں دیا تو یقینا وضرورتا وطبعا معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کا یہ فیصلہ بالکل شرعی اور بحکم خدا

اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا) اور یہ بات کوئی محتاج تامل نہیں جب ایک فیصلہ بالکل شرعی اور بحکم خدا اور رسول تھا تو فریق مخالف ضرور خطا پر ہوگا اگر چہ خطا اجتہادی تھی۔

قرینہ نمبر ۵: آپ کا یہ قول "اسی طرح جگر گوشۂ رسول بھی مالکانہ تصرف کرنے کی مُجاز نہیں کیونکہ بوجہ شرف جزئیت اس کا اثر منصب نبوت پر غیر مناسب پڑنے کا احتمال ہے۔"

جب آپ نے فرمایا مالکانہ تصرف کرنے کی مُجاز نہیں جس کا مطلب ہے بی بی پاک کو مالکانہ تصرف کرنے کی شرعاً اجازت نہیں تو لازماً بات ہے کہ بی بی پاک کا مطالبہ اس کی شرعاً اجازت نہیں تھی اور یہی وقوع خطا ہے۔

بلکہ تاجدار گولڑہ کی ایک عبارت ہے جس سے پہلے آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۶ جائیدادیں بحوالہ شرح نووی کتاب الجہاد ذکر فرمائیں اور وہ عبارت یہ ہے۔

حیرت ہے کہ فدک کے متعلق ارث یا ھبہ یا وصیت کا ذکر ۱۳۰۰ سال سے باصرار جاری ہے مگر بقیہ ۶ جائیدادیں کبھی محل بحث نہیں بنیں نہ ان کا دعویٰ جنابہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے کیا نہ شیر خدا علی مرتضی رضی اللہ عنہ ہی نے ان کے متعلق جنابہ سیدہ رضی اللہ عنہ کو یاد دلایا پھر لکھتے ہیں عہد خلافت مرتضوی میں صدیقی فیصلہ کو بحال رکھنا ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس فیصلہ کی حقیت کو تسلیم فرمالیا تھا۔ یہ دونوں عبارتیں صاف بتا رہی ہیں کہ آپ کے نزدیک مولا علی رضی اللہ عنہ اور جنابہ سیدہ رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں دونوں خطا پر تھے۔ ورنہ ان کے فعل شریف پر حیرت اور تعجب کرنے اور صدیقی فیصلہ کی حقیت کو مولا علی کے تسلیم کرنے کو ذکر کرنے کا کیا معنی ہے؟



بسم اللہ والحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وبارك وسلم تسلیما کثیرا

برداران اسلام: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تعلیمِ قرآن اور تعظیمِ قرآن

ھی دوایسے کام ہیں جنکو پایہ تکمیل تک پہنچا کر امت مسلمہ فلاح دارین حاصل کرنے میں کامیاب ھوگی۔

آج ھر مذھبی جماعت دعویدار ھیکہ وہ نفاذ اسلام کے لئے کوشاں وسرگرداں ھے مگر ان کے ہاں نہ تعظیمِ قرآن کہیں نظر آتی ہے اور نہ ھی خلوص واخلاص کے ساتھ تعلیم قرآن کا کوئی انتظام ھے۔

الحمدللہ شیخ طریقت امام المفکرین حضور قطب الوجود خواجہ محمد شفیع چشتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور آپکے تربیت یافتہ مفتی اسلام حضور امام الغیرت قبلہ مفتی محمد فضل احمد چشتی صاحب زید مجدھما الکریم ان راہبروں نے اس پرفتن دور میں ھر باطل کا رد فرمایا اور درست سمت کی طرف راہبری فرمائی۔ خواجگان چشت اھل بہشت نے تعظیمِ قرآن کا بیمثال سلسلہ جاری فرمایا یعنی بوسیدہ قرآنی ودیگر اوراق کو جمع کرکے دائمی تحفظ فراہم کیا اس کار خیر کے لیے قرآن محلات کی تعمیر کا سلسلہ شروع کیا اب تک سینکڑوں محلات تعمیر ھوچکے مزید تعمیر جاری ہے۔

اپنے مشائخ کرام کے اس سلسلۂ ادب کو کامیابی سے آگے بڑھانے کے لیے عالمی تنظیم تحفظ مقدس اوراق کا حصہ بنیں۔

مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے رابطہ فرمائیں۔

مھتمم: آستانہ عالیہ امامہ آباد شریف، کاہنہ لاہور
پیرزادہ مفتی محمد رضا صدیقی چشتی صاحب
0300-4050095, 0344-4050095

خادمِ قرآن: ستانہ عالیہ سندر شریف
محمد حمزہ سلطانی چشتی قادری
0305-4000380

مصنف کی منظر عام پر آنے والی کتب

---(۱)---

تنبیہ الخلف بان الطلاق الثلاث ثلاث باجماع السلف

ازقلم: شیخ الحدیث والتفسیر مناظرِ اسلام

مفتی محمد فضل احمد چشتی گولڑوی مدظلہ العالی

ایک مسئلہ جو صدیوں سے محلِ نزاع بنا ہوا تھا اسے انتہائی عمدہ اور منفرد تحقیق کے ساتھ نزاع واختلاف کو دفع کر کے اسلاف کا اتفاق ثابت کر دیا جسکے بعد مخالفین کے پاس اب کوئی عذر باقی نہیں رہا

---(۲)---

النحو الاملائی

علم نحو کے مبتدیوں کیلیے ایک انمول تحفہ

ازقلم: شیخ الحدیث والتفسیر مناظرِ اسلام

مفتی محمد فضل احمد چشتی گولڑوی مدظلہ العالی

اُردو زبان میں نحو کے اہم مسائل کو بیان کر دیا گیا تا کہ ابتدائی بچوں کیلیۓ انکا حفظ اور ضبط آسان ہو جائے اور ساتھ ہی ایسے مسائل کی تحقیق جس سے عام متداوّل کتابیں خالی ہیں۔

---(۳)---

المنطق الاملائی

از قلم

پیرِطریقت رہبرِشریعت اُستاذ العلماء سلطان العلماء شیخ الاسلام شمشیر اعلیحضرت امام الغیرت

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فضل احمد چشتی سُنّی حنفی قادری رضوی

فن منطق کے شائقین کیلئے بے مثال تحفہ منطق کی سینکڑوں کتابوں کا خلاصہ جس میں فن منطق کے مسائل ایک خاص ترتیب کے ساتھ اردو زبان میں پیش خدمت کیے گئے ہیں۔ جس سے ضبط مسائل آسان تر ہوجاتا ہے۔

---(۴)---

بیعت یزید سے انکار کا سبب

از قلم

پیرِطریقت رہبرِشریعت اُستاذ العلماء سلطان العلماء شیخ الاسلام شمشیر اعلیحضرت امام الغیرت

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فضل احمد چشتی سُنّی حنفی قادری رضوی

ایک ایسی تحقیق جس سے تقدس اہلبیت کرام بھی برقرار رہتا ہے اور عظمت صحابہ کرام پر بھی کوئی داغ نہیں آتا اور مذہب حق اہلسنت کی صداقت نمایاں ہوتی ہے۔

---(۵)---

یہاں قوموں کی تخریبیں تھیں یا ملکوں کی تقسیمیں
یہاں روحوں کی تفریقیں تھیں یا جسموں کی تنظیمیں

یونینز، پارٹیز، گروپس
یا
دعوائے جاھلیت

از قلم

پیر طریقت رہبر شریعت اُستاذ العلماء سلطان العلماء شیخ الاسلام شمشیر اعلیحضرت امام الغیرت

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فضل احمد چشتی سنی حنفی قادری رضوی

کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ

آستانہ عالیہ سندر شریف

سندر اڈا لاہور۔ 03024218077

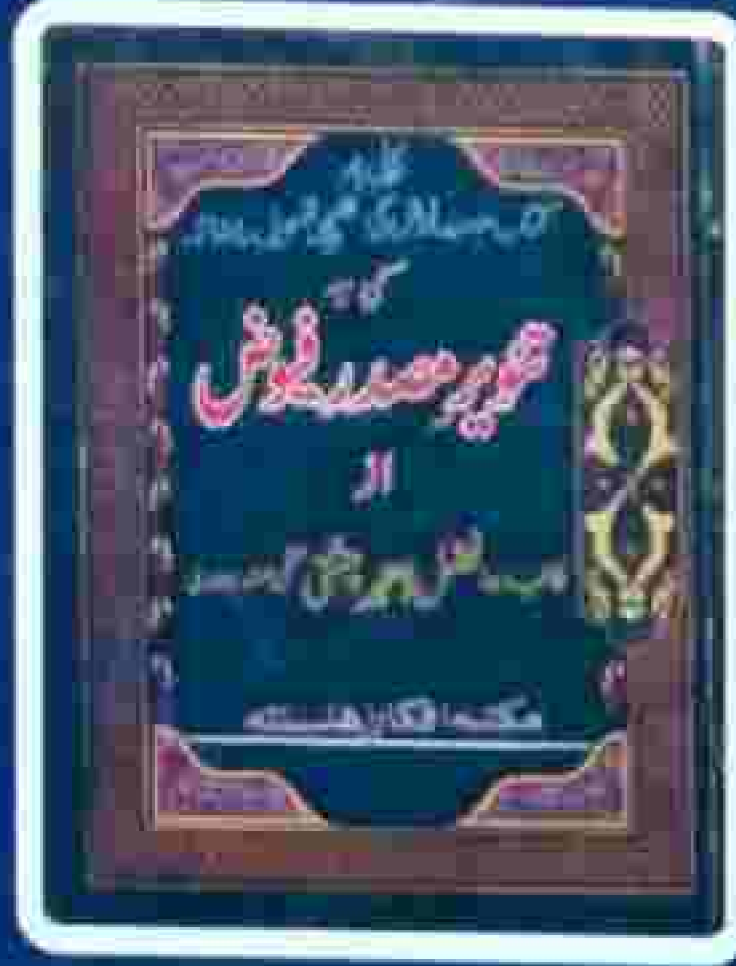
مؤلف کی دیگر کتب



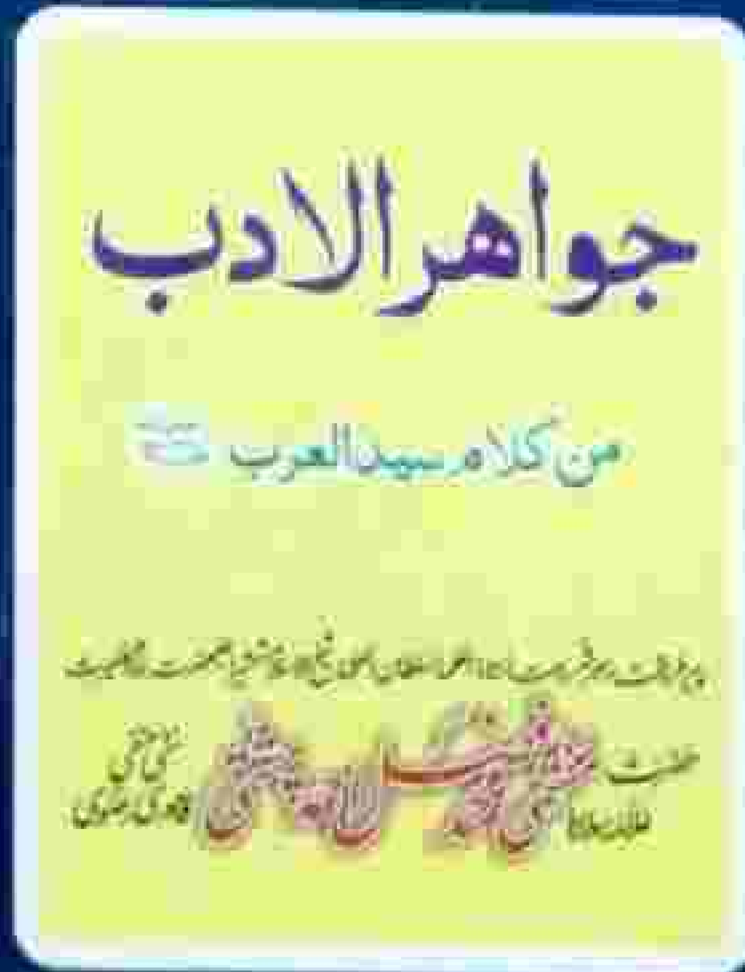


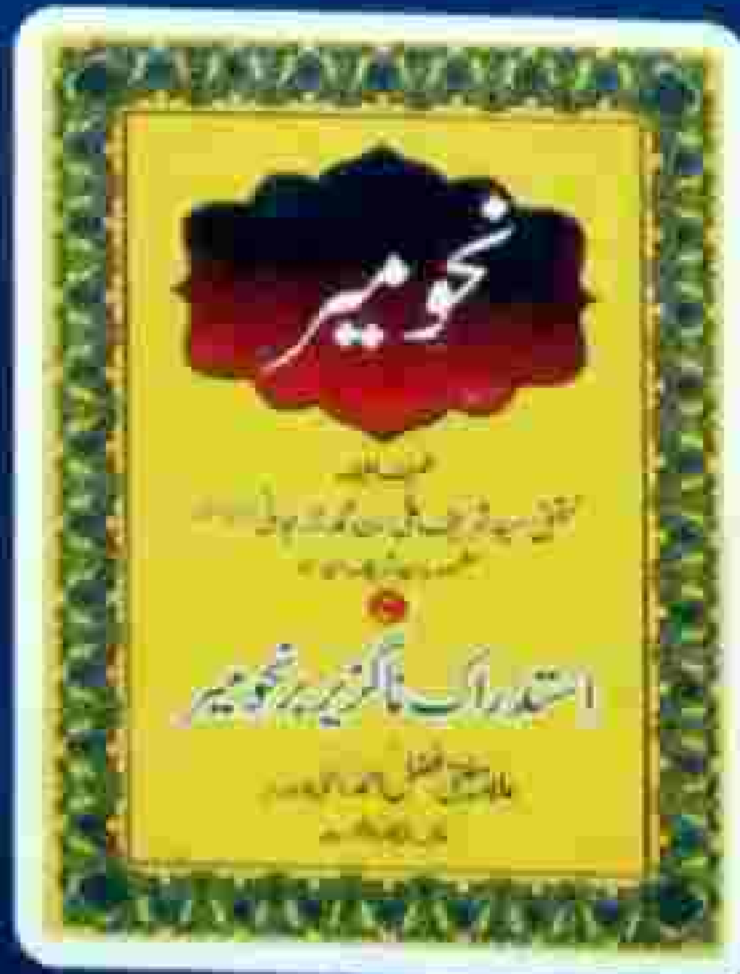












Scanned with CamScanner